حقیقت الصلوٰۃ
www.KitaboSunnat.com
مولانا ابو الکلام آزادؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابوالکلام آزاد

مکتبہ جمال تیسری منزل
حسن مارکیٹ، اردو بازار لاہور
E-mail : maktaba_jamal@email.com
: maktabajamal@yahoo.co.uk

نام کتاب حقیقت الصلوٰۃ

مصنف مولانا ابوالکلام آزادؒ

اہتمام محمد صادق

ناشر مکتبہ جمال اردو بازار لاہور

پرنٹرز اصغر پریس لاہور

سنِ اشاعت 2006

قیمت -/60 روپے

فہرست حقیقۃُ الصلوٰۃ

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (۲۹:۴۵)

''بے شک نماز ہر قسم کی بے حیائیوں اور بری باتوں سے روک لیتی ہے''

وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ (۲:۴۵)

''اور بے شک نماز بڑی مشکل چیز ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر''

حقیقۃ الصلوٰۃ

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد

عرض ناشر

روایات و آثار میں آیا ہے کہ عرب کے مشرکین کو اپنی جن نمازوں پر ناز تھا، وہ بیت اللہ میں صرف تالیاں پیٹنا اور سیٹیاں بجانا تھا۔ لحہ فکریہ یہ ہے کہ ان کی نمازوں اور ہماری نمازوں میں صورت و حقیقت کے اعتبار سے کیا خاص فرق رہ گیا ہے؟ ہمارے رکوع و سجود اور قیام و قعود کیا تالیاں پیٹنے اور سیٹیاں بجانے سے بڑھ کر مضحکہ خیز نہیں ہو گئے؟ تو پھر مابہ الامتیاز کیا ہے؟ ہم جو گم کر بیٹھے ہیں، آیئے اُسے امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کی تصنیف کردہ اس کتاب کی مدد سے تلاش کریں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کے لئے صورت سے حقیقت تک کا اور پھر حقیقت سے صورت تک کا سفر بار بار طے کرنا پڑے گا۔ اس کتاب کو پڑھنے کے دوران یہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت ابوالکلام آزادؒ اس کتاب میں بنفس نفیس نماز پڑھتے نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کا کمال یہ ہے کہ اُنہوں نے اِن صفحات میں فرد اور قوم کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا:

فردِ قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ

چاہیے کہ ہر مسلمان اس کتاب کا مطالعہ کرے تاکہ اسے اس کتاب کے لفظوں سے نماز کے معنی معلوم ہو سکیں۔

مکتبہ جمال کے لئے یہ امر باعث فخر ہے کہ اس نے اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر کے اُمت مسلمہ کے لئے ایک موقع فراہم کیا ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی صورت گری بھی کریں اور اس میں حقیقت کا رنگ بھی بھریں۔

حقیقت یہ ہے کہ نماز تعلق باللہ کی پہلی اور آخری شکل ہے لیکن حضرت ابوالکلام آزادؒ نے ثابت کیا ہے کہ نماز تعلق بالناس کی بھی پہلی اور آخری شکل ہے۔ خضوع و خشوع کی حقیقت کھول کھول کر بیان کرنے کے علاوہ مولانا نے اس شان سے نماز کی اجتماعی برکات کا ذکر فرمایا ہے کہ

پورے اسلامی نظام کی تفہیم آسان ہو گئی ہے۔یعنی اسلام کے فلسفے کو سمجھنے کے لئے یہی کافی ہے کہ نماز کی حقیقت کا ادراک کر لیا جائے اور یہی وہ انمول موتی ہیں جنہیں حضرت مولانا نے اپنے لافانی قلم سے اس کتاب میں سجایا ہے۔

مکتبہ جمال نے کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کی آیات اور حدیثِ مبارکہ کے مآخذ کا اندراج کر دیا جائے۔حتی الامکان کتاب کو اغلاط سے پاک کرنے کی سعی بھی کی گئی ہے۔ہم اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں، اس کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ میں محترم دوست اصغر نیازی صاحب کا ممنون ہوں کہ اُنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں حسب سابق میری رہنمائی فرمائی۔

میاں مختار احمد کھٹانہ

✡--✡--✡

مقدمہ

انسان اور انسانی دنیا میں ثبات اور تغیر کے تمام محرکات کا ایک اُصول کے تابع ہونا اور خود اِس اُصول کا قرآن وسنت سے مستنبط ہونا، مولانا ابوالکلام آزادؒ کا بنیادی موضوع ہے۔ غور سے دیکھیں تو صاف معلوم ہوگا کہ مولانا کی تمام علمی وعملی سرگرمیاں اسی مرکز کے گرد گھوم رہی ہیں۔ ان کے لیے دین وہ واحد سانچہ ہے جس میں ڈھل کر انسان کے ظاہر و باطن کی حتمی اور فطری تشکیل ہوتی ہے۔ ان کا تصورِ انسان کسی بھی پیمانے پر تنگ، محدود اور بے لچک نہیں ہے اور ان تمام انسانی تنوعات کا احاطہ کرتا ہے جو مطالعہ انسان کے کسی بھی منہاج کا موضوع ہو سکتے ہیں۔ وہ آدمیت کی کسی مروجہ تعبیر سے لڑے بغیر اسے دین کی بنائی ہوئی انسانی کائنات میں اس طرح کھپا دیتے ہیں کہ ان کا قاری اور کچھ نہ سہی، کم از کم دین کی اس ہمہ گیری کو محسوس کرنے کے قابل ضرور ہو جاتا ہے جو ہر مزاحمت کو موافقت میں بدل دینے کی قوت رکھتی ہے۔

مولانا کے اس وصف سے بے خبری نے لوگوں کو غلط راستے پر ڈال دیا، خاص طور پر متحدہ قومیت کے مسئلے پر ان کے ناقدین ان کے موقف کی اُصولی وسعت کو سمجھنے کی ابتدائی اہلیت بھی نہ رکھتے تھے۔ اس معاملے میں یا اس سے ملتے جلتے دیگر معاملات میں مولانا کا ہر موقف دراصل اسلام کی اس ورائے قانون جہت کی طرف اشارہ کرتا تھا جو آدمی، تاریخ، تہذیب اور دنیا کو ان کی تمام تر نیرنگیوں کے ساتھ اسلام کے بنا کردہ نظامِ بندگی کا حصہ بنا لیتی ہے۔ اس بحث میں گو کہ خاصے تفصیلی کام کی ضرورت ہے لیکن سردست ہمارا موضوع کچھ اور ہے، لہٰذا اس سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم مولانا کی زیرِ نظر کتاب "حقیقۃ الصلوٰۃ" کے بارے میں کچھ معروضات اس طرح پیش کریں گے کہ ان کا وصف بھی سامنے آ جائے۔

مولانا اسلام کا ایک حرکی اور انقلابی تصور رکھتے تھے جس میں قرآن اور نماز کو بنیادی

حیثیت حاصل ہے۔ دین سے وابستگی کی ہر سطح ان کے نزدیک انہی دو بنیادوں پر استوار ہے۔ قرآن معبودیت کا اظہار ہے اور نماز عبودیت کا، گویا یہ دو قوسین ہیں جن سے مل کر دین کا دائرہ مکمل ہوتا ہے۔ یا یوں کہہ لیجیے کہ قرآن جس کمال بندگی کا متقاضی ہے وہ نماز میں حاصل ہوتا ہے۔ بندگی کی کوئی بھی صورت ہو یہ ممکن نہیں کہ اس کی تکمیل نماز سے باہر کہیں اور ہوتی ہو۔ عقیدہ وعمل کی تمام وسعتوں، بلندیوں اور گہرائیوں کا اگر بندگی کی کسی ایک وضع میں کمال اور جامعیت کے ساتھ اظہار ہوتا ہے تو وہ نماز ہے۔ یہ کتاب اسی دعوے کو جامۂ ثبوت پہناتی ہے۔

اپنی ذہنی بناوٹ اور افتادِ طبع کے عین مطابق مولانا نے ایک سطحی مذہبی ذہن کی طرح اس کتاب میں بھی اپنے موضوع کی صورت نہیں بلکہ حقیقت کو ہدف بنایا ہے یعنی مسائل صلوٰۃ کی بجائے نماز جس جو ہر بندگی اور حقیقت عبدیت کا مظہر ہے اس کی طرف اس طرح توجہ کی ہے کہ مسلمان ہونے کا حقیقی مطلب نہ صرف یہ کہ قرینِ فہم ہو جاتا ہے بلکہ جس بندگی اگر زندہ ہو تو ہمارا تجربہ بن جاتا ہے۔ مضمون کی گہرائی اور بیان کا شکوہ مولانا آزاد کی تحریروں کا عمومی وصف ہے، ان کی یکجائی سے وہ بڑے بڑے کام لیتے ہیں جیسے اس کتاب میں اُنہوں نے نماز کی حقیقت تک پہنچ کر اسے جس بے مثال اسلوب میں بیان کیا ہے، وہ قاری کو محض فہم کی سطح تک نہیں رہنے دیتی بلکہ ایک روحانی تجربے سے بھی گزارتی ہے۔ یہ بات اعتماد سے کہی جا سکتی ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد آدمی کی نماز وہ نہیں رہتی جو پہلے تھی۔ سچ پوچھیں تو کسی دینی تحریر کا منتہا یہی ہے کہ وہ مفہوم کو حال بنا دے۔

حقیقۃُ الصلوٰۃِ میں مولانا کا مقدمہ یہ ہے کہ انسان کے اجتماعی اور انفرادی کمال کا مبداء اور منہاج ایک ہی ہے جو بندگی کی حقیقت واحدہ اور ہیئت جامعہ سے عینیت کی نسبت رکھتی ہے اور اس کا یکہ وتنہا مظہر بھی ہے۔ اسی میں بندے کا حقیقی کردار اپنی اجزائی تفصیل سمیت مندرج ہے اور کمالِ بندگی کے حصول کی ہر کوشش اسی سے شروع ہو کر اسی پر تمام ہوتی ہے۔ چونکہ عبودیت محض امر ذہنی نہیں ہے، اس کی تشکیل میں عمل کو غلبہ حاصل ہے لہٰذا اصل بندگی کو ایک صورت کا بھی حامل ہونا چاہیے جو اس کے معنی کا ظرف بننے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ مولانا کے نزدیک نماز ہی وہ عمل ہے جو اپنے ظاہر و باطن کے حوالے سے ان تمام تقاضوں پر پوری اُترتی

ہے یعنی از روئے حقیقت نماز جوہر عبدیت ہے اور از روئے صورت بندگی کی ہیئت واحدہ۔

نماز کی حقیقت پر مولانا سے پہلے بھی بہت کچھ لکھا گیا اور بعد میں بھی بہت کچھ لکھا جاتا رہا لیکن اس کتاب کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں مدار کلام قرآن کو بنایا گیا ہے اور وہ بھی دور از کار تاویلات کے بغیر۔ صوفیانہ واردات اور عارفانہ تخیلات سے دامن بچا کر حقیقت صلوٰۃ پر گفتگو کرنا، جاننے والے جانتے ہیں کہ تقریباً ناممکن ہے لیکن مولانا نے اسے ممکن کر دکھایا۔ قاری ابھی کتاب کے ابتدائی صفحات پر ہی ہوتا ہے کہ اسے یہ خوشگوار تاثر ملنا شروع ہو جاتا ہے کہ مولانا نے اسلام کے سب سے بڑے عمل کی حقیقت کو اس طرح مترشح کیا ہے کہ فہم سلیم اور ذوق صحیح ایک ہو کر اللہ تعالیٰ اور بندے کے تعلق کی سچی معرفت کو اس طرز احساس میں ڈھال دیتے ہیں جو کسی بھی درجے میں قرآن وسنت سے مغائرت نہیں رکھتا اور ان تمام تصورات سے یکسر پاک ہے جن کے بیرونی پن کو کسی بھی طرح زائل کیا جا سکتا ہے۔

مولانا دینی احکام کی تعمیل اور اعمال کی ادائی کو ان متعین نتائج سے مشروط کرتے ہیں جن کا ظہور آدمی کے اندر بھی ہوتا ہے اور باہر بھی، انفرادی سطح پر بھی ہوتا ہے اور اجتماعی سطح پر بھی۔ کسی بھی دینی موضوع پر کلام کرتے ہوئے یہ بات ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتی ہے کہ دین کی اخلاقی اور انقلابی قوت اور اس کی کارفرمائی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی وہ صورتحال ضرور سامنے آ جائے جس سے انسان کی کلیت کی صورت گری ہوتی ہے۔ غیر مربوط مقاصد اور نتائج ان کی نظر میں اس عقیدۂ توحید کے منافی ہیں جو دین کا اصل اُصول ہے اور اپنی ایک جہت میں وحدت انسانی پر بھی دلالت کرتا ہے بلکہ اس کا مفہوم ہے۔ بندگی وحدتِ انسانی کی فطری اساس ہے اور نماز اس کا اعلیٰ ترین مظہر ہے۔ لہٰذا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نماز ان نتائج تک نہ پہنچائے جو بندگی کے تمام مراتب کا احاطہ نہ کرتے ہوں۔

بندگی کیا ہے، اللہ سے تعلق کا شعور اور اس پر عمل..... تعلق باللہ کا شعور اخلاق پیدا کرتا ہے اور اس کی تعمیل سے انقلاب کی تشکیل ہوتی ہے۔ یہ ہے مولانا کی پوری فکر کا خلاصہ جو اس کتاب میں بھی نمایاں ہے۔ اس کی مثال میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ نماز سے دو مقاصد لازماً حاصل ہوتے ہیں یا ہونے چاہئیں: حصول فضائل اور دفع رذائل۔ حصول فضائل کا تعلق اخلاق سے ہے

اور دفع رذائل کا انقلاب ہے۔ فضائل نفس روحانی کو ترقی دیتے ہیں جبکہ ازالہ رذائل سے نفس کی مجموعی فضا منقلب ہو جاتی ہے، یہ کلیہ جس طرح باطن پر صادق آتا ہے اسی طرح باہر کی صورتحال کو بھی محیط ہے۔ فضائل کی جستجو آدمی پر لازم کرتی ہے کہ وہ اپنے اردگرد کو اس کے ممکنہ پھیلاؤ کے ساتھ مدار خیر پر رکھے اور رذائل سے بچنے کی کوشش میں آدمی مجبور ہے کہ باہر کی دنیا کو بھی اسی طرح بدلنے کی کوشش کرے جس طرح اندر کی دنیا کو تبدیل کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔

گویا اخلاق کا کمال یہ ہے کہ انسان کے اندر اور کائنات میں جو خیر موجود ہے اسے باقی رکھا جائے اور اس کی بنیاد پر انسان و کائنات میں موجود فطری ہم آہنگی کے نئے نئے امکانات بروئے کار لائے جائیں تاکہ حق اور خیر کسی خاص اور بے لچک تناظر میں محدود رہنے کی وجہ سے بے کشش، فرسودہ اور جامد ہو کر نہ رہ جائیں اور انسان دنیا میں رہنے کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اپنی خوئے بندگی کو نظر انداز کرنے پر مجبور نہ ہو۔ دوسری طرف انقلاب کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اور کائنات میں بگاڑ کی جو صورتیں پیدا ہو گئی ہیں انہیں یکساں اہمیت دے کر ایک ہی قوت اور ایک ہی مقصد کے ذریعے سے دور کرنے کی کوشش کی جائے یعنی انسانی اور کائناتی بگاڑ اپنی ماہیت میں ایک ہے لہٰذا اس کا علاج بھی ایک ہو گا۔ جو چیز آدمی کو ٹھیک کر سکتی ہے دنیا بھی اسی سے ٹھیک ہو گی...... مولانا جب نظم اجتماعی پر زور دیتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ انسانوں کی انفرادی ضروریات کو اہمیت نہیں دیتے۔ بلکہ اس سے ان کا مقصود یہ ہے جس اُصول بندگی کا اطلاق اجتماعی سطح پر ہی مکمل ہوتا ہے اس کے بغیر بندگی ک انفرادی مظاہر کوئی معنی نہیں رکھتے۔ دین میں انفرادی کمالات کا کوئی ایسا تصور موجود نہیں ہے جس کی رو سے فرد اور معاشرہ دولخت ہو جائیں اور دین محض چند انفرادی نمونوں تک محدود ہو کر رہ جائے۔ دین سے منحرف معاشروں میں دیندار افراد کی موجودگی دراصل ان افراد کے کمال پر نہیں بلکہ ناکامی پر دلالت کرتی ہے اسی طرح وہ معاشرہ احکام الٰہیہ پر چلنے کی ضروری استعداد بھی گنوا بیٹھتا ہے جہاں فرد بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس صورتحال کو تبدیل کرنے کا اگر کوئی حتمًا موثر ذریعہ ہو سکتا ہے تو وہ تمسّک بالقرآن اور قیام صلوٰۃ ہے۔ جن حضرات نے ترجمان القرآن دیکھ رکھی ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مولانا ابوالکلام آزادؒ کی انقلابی فکر انہی دو بنیادوں پر قائم ہے۔

حقیقۃُ الصلٰوۃ میں مولانا نے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اور وہ یہ کہ نماز کو غالی صوفیوں اور متشدّد فقیہوں کی گرفت سے کلیۃً نکال کر دکھا دیا ہے۔ ان دو طبقات میں سے ایک نے نماز کی حقیقت پر اجارہ داری قائم کر رکھی تھی اور دوسرے نے اس کی صورت پر قبضہ جما رکھا تھا اور دونوں جس سند پر کھڑے تھے، افسوس کہ وہ قرآن و سنت کی فراہم کردہ نہیں تھی۔ مولانا آزاد نے اس پوری روایت کو توڑ کر رکھ دیا اور نماز کی حقیقت ہو یا صورت دونوں کی اساس قرآن و سنت اور ان سے پیدا ہونے والی فطرت بندگی پر رکھ کر دکھا دیا۔ سچ پوچھیں تو یہ کام ابن تیمیہ اور ابن قیم ایسے آئمہ کی یاد دلا دیتا ہے اور کم از کم برصغیر کی حد تک اپنی کوئی مثل نہیں رکھتا۔

تفہیم تبشیرِ دین کے لیے پڑھیے

مولانا ابوالکلام آزاد کی چند معرکۃ الآراء تصانیف

- ☆ ارکان اسلام
- ☆ اسلام میں آزادی کا تصور
- ☆ خطبات آزاد
- ☆ تذکرہ
- ☆ فیضان آزاد
- ☆ صدائے حق

تیسری منزل، حسن مارکیٹ،

اردو بازار، لاہور۔ فون: 723273

باب نمبر ۱

غرض و غایتِ نماز

معنی لفظ صلوٰۃ

پہلے معنی:

ایمان بالغیب کے بعد قرآن کریم کی سب سے پہلی تعلیم اقامت صلوٰۃ ہے کہ نماز قائم کرو۔ ہم کو اس سے بحث نہیں کہ صلوٰۃ (نماز) کے احکام و اقسام کیا ہیں اور کیوں ہیں۔ ہمارے پیشِ نظر صرف نماز کی وہ خصوصیت ہے جس کو مسجد نشینوں میں نہ پا کر ایک اہلِ دل نے میکدہ کے دروازے کھٹکھٹائے تھے کہ:

باشد کہ دریں میکدھا دریابیم
آں نور کہ در صومعہا گم کردیم

اس ذیل میں متعدد اُمور بحث طلب ہیں۔

ادبیات عرب میں صلوٰۃ کسے کہتے ہیں؟

کلام جاہلیت میں یہ لفظ دُعا کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ اعشیٰ کا قول ہے:

لَهَا حَارِسٌ لَا يَبْرَحُ الدَّهْرُ بَيْتَهَا
وَإِنْ ذُبِحَتْ صَلَّى عَلَيْهَا وَزَمْزَمَهَا

"صَلَّى عَلَيْهَا" یعنی "بِذَالِكَ دَعَاهَا" (اس کے لیے دُعا کی)

ایک اور جاہلی شاعر کا شعر ہے۔

وَقَابَلَهَا الرِّيْحُ صَفِى دَفِّهَا
وَصَلَّى عَلَى دَنِّهَا وَارْتَسَمِ

یہاں بھی دُعا ہی کے معنی ہیں۔

ایک اور قصیدے میں ہے:

عَلَيْكَ مِثْلُ الَّذِىْ صَلَّيْتَ فَاغْتَصِمِىْ
عَيْنًا فَإِنَّ لِجَنْبِ الْمَرْءِ مُضْطَجِعًا

دوسرے معنی:

صلوٰۃ کے دوسرے معنی لزوم کے تھے۔ عہدِ جاہلیت کی ایک نظم کا یہ شعر مشہور ہے۔

لَمْ اَكُنْ مِنْ جُنَاتِهَا عَلِمَ اللهُ
وَاِنِّىْ بِحَرِّهَا الْيَوْمَ صَالِى

یہاں "صَالِى" کے معنی لزوم رکھنے والے کے ہیں۔

تیسرے معنی:

کسی شخص کے پیرو کو "مُصَلِّى" کہتے تھے، اور اس پیروی واتباع کا نام صلوٰۃ تھا۔

چوتھے معنی:

اصل میں مُصَلِّى کا لفظ اُس گھوڑے کے لیے موضوع تھا جو کسی دوسرے گھوڑے کے پیچھے پیچھے چلتا ہو۔ بعد میں تخصیص جاتی رہی، معنی میں تعمیم آ گئی اور ہر قسم کی پیروی کو صلوٰۃ اور پیرو کو مُصَلِّى کہنے لگے۔

مشرکین عرب کی نماز:

یہ تو صلوٰۃ کے عام معنی ہوئے، لیکن مشرکین عرب میں صلوٰۃ کا ایک خاص طریقہ تھا، جس

کی تشریح قرآن کریم نے کی ہے۔ سورہ انفال میں ہے:

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ٥ (۸:۳۵)

"خانہ کعبہ کے پاس ان کی نماز کیا تھی؟ تالی بجانی اور سیٹی دینی، تم جو کفر کیا کرتے تھے۔ اب اس کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو۔"

روایات و آثار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ایک روایت میں ہے۔

مَا كَانَ صَلَاتُهُمُ الَّتِيْ يَزْعُمُوْنَ اِنَّهَا يَدْرُءُ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً (۱)

"صلوٰۃ (نماز) جس کی نسبت مشرکین عرب کا زعم تھا کہ یہی عبادت ان کے کام آئے گی اور ان کے لیے اجر و ثواب کا باعث ہوگی۔ وہ صرف تالی بجانا اور سیٹی بجانا تھی۔"

اسلام نے اس غیر مہذب طریقہ کی اصلاح کی، اس کو مذموم بتایا، نماز کی ایک خاص ہیئت مقرر کر دی اور ایسی مقرر کر دی جو انسانی اخلاقِ ملکوتی کی ترقی کا بہترین ذریعہ ہو سکتی ہے۔

اسلام کی خصوصیت:

یہودیوں اور نصرانیوں میں بھی نماز کا رواج تھا۔ ایرانیوں میں مغوں، موبدوں اور بادشاہوں کی تعظیم کو نماز کہتے تھے، مگر یہ خاص طریق خشوع کہیں نہ تھا اور نہ عبودیت الٰہی کی حقیقت سے کسی کو واقفیت تھی۔ یہ خصوصیت اسلام کی ہے، وہ خود نماز کے تذکرہ میں اس پر زور دیتا ہے۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (۲:۲۳۹)

"خدا کو اس طریق پر یاد کرو (اور اس شکل سے نماز پڑھو) جس کی خدا نے تمہیں تعلیم دی ہے اور جس سے پہلے تم ناواقف تھے۔"

معنی لفظ سجدہ

جزو اعظم نماز:

نماز کا جزو اعظم سجدہ ہے، جس کے اصلی معنی اہل لغت نے کمال اطاعت و انقیاد اور خضوع کے لکھے ہیں۔ کلام عرب میں بھی یہی معنی متبادر تھے۔ ایک مشہور مصرع ہے:

تَرَى الْاَكَمَ فِيهَا سُجَّدًا لِلْحَوَافِرِ

یعنی گھوڑے کی سرعت رفتار کا یہ عالم تھا کہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اس کے سموں کی مطیع نظر آتی تھیں۔ قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں یہی معنی مراد ہیں مثلاً:

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ (۵۵-۶) اور كُلٌّ لَهٗ يَسْجُدُوْنَ وَنَحْوِهِمَا

لغوی معنی:

امام رازی سجدہ کے لغوی و اصطلاحی معنی کی نسبت لکھتے ہیں:

اِنَّ السُّجُوْدَ لَا شَكَّ اَنَّهُ فِيْ عُرْفِ الشَّرْعِ عِبَارَةٌ عَنْ وَضْعِ الْجَبْهَةِ عَلَى الْاَرْضِ فَوَجَبَ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ اَصْلِ اللُّغَةِ كَذَالِكَ لِاَنَّ الْاَصْلَ عَدَمُ التَّغَيُّرِ (۲)

”کوئی شک نہیں کہ شریعت میں سجدہ کے معنی زمین پر پیشانی رکھنے کے ہیں۔ اس سے ضروری ہے کہ اصل لغت میں بھی یہی معنی ہوئے کیونکہ اصل الاصول یہی ہے کہ معنی بدل نہ جائیں۔“

یہ بات سب تسلیم کرتے ہیں کہ مصطلحات میں لغوی معنی کی کچھ نہ کچھ مناسبت ضرور ملحوظ رہنی چاہیے چنانچہ سجدہ کی شرعی اصطلاح میں بھی یہ مناسبت مفقود نہیں ہے۔ نماز میں جس انداز سے سجدہ کرتے ہیں، اس سے زیادہ فروتنی و تذلیل کی اور کیا صورت ہو سکتی ہے؟ علم اللسان جاننے والے جانتے ہیں کہ اصل لغت کے لحاظ سے اصطلاح میں کیا کچھ تبدیلیاں نہیں ہو جاتی ہیں؟

اصطلاحی معنی:

رکوع کے معنی صرف جھکنے کے تھے۔ اصطلاح نے ایک خاص قسم کے جھکنے کی تخصیص کر دی۔ صلوٰۃ صرف دُعا کو کہتے تھے۔ اصطلاح نے ایک مخصوص اندازِ دُعا کا نام صلوٰۃ رکھ دیا۔ جہاد کا لفظ سعی و کوشش کے لیے موضوع تھا۔ اصطلاح نے اس میں ایک تخصیص یعنی سعی کی شان پیدا کر دی، وَقِسْ عَلٰی هٰذَا الْقِیَاسِ

عجیب بات یہ ہے کہ خود امام رازی نے "وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا" کی تفسیر میں سجدہ کے معنی تواضع ہی کے لیے ہیں اور صرف اس قدر معذرت کافی سمجھی ہے کہ سجدہ کے شرعی معنی یہاں درست نہیں اُترتے (۳)

معنی اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ

لفظ اقامت:

قرآن کریم میں صلوٰۃ کا لفظ جہاں کہیں آیا ہے، اقامت کے صیغوں کے ساتھ آیا ہے (۴) عربی میں اقامت کے معنی یہ ہیں کہ کسی کام کو اس کی تمام و کمال شرائط و حدود کے ساتھ انجام دیا جائے۔ محاورہ میں کہتے ہیں:

اَقَامَ الْقَوْمُ سُوْقَهُمْ اِذَالَمْ یُعَطِّلُوْهَا عَنِ الْبَیْعِ وَالشِّرَاءِ

ایک شاعر اپنے مخصوص قدیم اندازِ تفاخر میں شکایت کرتا ہے۔

اَقَمْنَا لِاَهْلِ الْعِرَاقَیْنِ سُوْقَ
الضِّرَابِ تَحَامُوْا و وَلَّوْا جَمِیْعًا

نماز قائم کرنے کا مفہوم:

روایات میں ہے:

اِقَامَةُ الصَّلٰوةِ تَمَامُ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَالتِّلَاوَةِ وَالْخُشُوْعِ وَالْاِقْبَالِ

عَلَيْهَا فِيْهَا (۵)

''نماز قائم کرنے کے معنی رکوع وسجود اور تلاوت وخشوع کے حق سے نہایت مکمل طریق پر سبکدوش ہونے اور نماز کی غایت کی جانب اچھی طرح توجہ کرنے کے ہیں۔''

نماز کا حکم وتکمیلِ نماز:

یعنی ایک مسلمان کے لیے صرف نماز پڑھنا ہی کافی نہیں ہے، نماز کے اغراض وغایات کی تکمیل بھی ضروری ہے، قرآن کہیں بھی رسمی نماز ادا کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ وہ تکمیل حدود کا خواست گار ہے اور صاف کہہ رہا ہیکہ بغیر اس تکمیل کے نماز، نماز ہی نہیں۔

استعانت بِالصَّبرِ وَالصَّلٰوۃِ

حل المشکلات:

قرآن کریم نے دو مقام پر حکم دیا ہے:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (۲:۴۵)

''استقلال وشکیبائی اور نماز کے ذریعہ مشکلات میں مدد مانگا کرو، یعنی ان چیزوں سے تم کو اعانت ملے گی، تمہاری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ مہمات اُمور میں تم کو انہی سے رجوع کرنا چاہیے۔''

اسوۂ نبویؐ:

حدیث میں ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ، فَزِعَ اِلَى الصَّلٰوةِ (۶)

''جب کوئی مہم پیش آتی تو رسول اللہ ﷺ نماز کی جانب رجوع کرتے۔''

دوسری روایت یہ ہے:

اِنَّهُمَا اَیِ الصَّبْرُ وَالصَّلٰوۃُ مَعُوْنَتَانِ عَلٰی رَحْمَةِ اللّٰهِ (۷)

''یہ دونوں نزولِ رحمت الٰہی میں اعانت کیا کرتے ہیں یعنی استقلال اور نماز''

صبر و شکیبائی کا مدعا:

دورانِ تلاوت اس تاکیدی حکم پر بارہا تمہاری نظر پڑی ہوگی لیکن شاید ہی کبھی یہ خیال آیا ہو کہ اس کا مدعا کیا ہے؟ صبر کے معنی یہ نہیں ہیں کہ انسان کے پاس ایک چیز تھی جو جاتی رہی اور وہ چپ ہو گیا کہ نہیں ہے تو نہ سہی۔

کھو گیا، دل کھو گیا، ہوتا تو کیا ہوتا امیر
جانے دو، اک بے وفا جاتا رہا، جاتا رہا

معنی صبر:

صبر کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ مافات پر غم واندوہ کرنا بے سود ہے۔ انسان کو ہر ایک مشکل میں مستقل مزاج رہنا چاہیے اور کوشش ہونی چاہیے کہ جو چیز جاتی رہی، پھر اس کا نعم البدل مل سکے اور جب تک بہترین صورت تلافی نہ ہو جائے، سلسلہ سعی وتدبیر میں خلل نہ آنے پائے۔ اسی طرح نماز سے بھی صرف ایک رسم کا پورا کر دینا مقصود نہیں ہے بلکہ خدا سے اپنے تعلقات کا تازہ کرنا اور موثرات دنیاوی سے کنارہ کش ہو کر نفس میں ایک اعلیٰ تصور قدسی پیدا کرنا مدنظر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہی دونوں چیزیں انسانی زندگی کو کامیاب بنا سکتی ہیں اور یہی کامیابی اسلام کی نظر میں ہے۔ (صبر کی مزید تحقیق آگے آئے گی)

تشریحات قرآن

خواصِ نماز:

نماز کی غرض وغایت کیا ہے؟ قرآن کریم نے خود اس کی تشریح کی ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ

الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتَصْنَعُوْنَ (۲۹:۴۵)

''کتاب میں سے جو تم پر وحی اُتری ہے، اس کو پڑھو اور نماز کو درست طریق پر ادا کرو، حقیقت میں نماز بداخلاقیوں اور برائیوں سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد سب سے برتر ہے۔ اللہ تمہاری کاریگری کو خوب جانتا ہے۔''

تفسیر فحشاءِ ومنکر:

فحشا ومنکر (بے حیائی اور برائی) سے کیا مراد ہے اور ان چیزوں سے روکنے کے کیا معنی ہیں؟ اس کی یوں تفسیر کی گئی ہے:

اَلْفَحْشَآءُ مَا قُبِحَ مِنَ الْعَمَلِ كَالزِّنَا مثلاً وَالْمُنْكَرُ مَالَا يُعْرَفُ فِي الشَّرِيْعَةِ ، اى تَمْنَعُهُ عَنْ مَعَاصِي اللّٰهِ وَتُبْعُدُهُ مِنْهَا، وَمَعْنَى نَهْيُهَا عَنْ ذَالِكَ ان فعلها يَكُوْنُ سَبَبًا لِمَلاَءِ نَتِهَا عَنْهَا (۸)

''جو قبیح کام ہوں جیسے حرام کاری۔ ان کو فحشا کہتے ہیں اور قانون اسلام نے جس چیز کی اجازت نہ دی ہو وہ منکر ہے آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی نافرمانیوں سے انسان کو نماز روکتی ہے اور گناہوں سے دور کر دیتی ہے یعنی نماز کا فعل یہ ہے کہ ان چیزوں سے باز رہنے کا سبب بن جاتی ہے۔''

یہی سبب ہے کہ ہم نے فحشاء کا ترجمہ بداخلاقی سے کیا ہے کہ لفظ جامع ہے۔

بداخلاقی سے روکنے کا طریقہ:

فحشاء والمنکر سے روکنے کا طریق کیا ہے؟ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

قَالَ اَبُوالْعَالِيَةِ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ الصَّلاَةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ قَالَ: اِنَّ الصَّلٰوةَ فِيْهَا ثَلاَثُ خِصَالٍ، فَكُلُّ صَلاَةٍ لاَ يَكُوْنُ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ هٰذِهِ الْخِصَالِ فَلَيْسَتْ بِصَلاَةٍ (۱) اَلْاِخْلاَصُ (۲) وَالْخَشْيَةُ (۳) وَذِكْرُ اللّٰهِ وَالْاِخْلاَصُ يَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالْخَشْيَةُ تَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَذِكْرُ اللّٰهِ الْقُرْآنُ يَأْمُرُهُ وَيَنْهَاهُ (۹)

''(۱) نماز فحشا و منکر سے روکتی ہے، اس کی تفسیر میں ابوالعالیہ کا قول ہے کہ نماز میں تین خصلتیں ہیں، ان میں سے اگر کوئی خصلت بھی کسی نماز میں نہ ہو تو وہ نماز ہی نہیں ہے۔ وہ خصلتیں یہ ہیں۔

(۱) خلوص (۲) خوفِ خدا (۳) یادِ الٰہی۔ خلوص کا فعل یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کو نیک کام کا حکم دیتا ہے۔ خوفِ خدا اسے بدی سے روکتا ہے اور یادِ الٰہی (قرآن) کا فعل امر و نہی دونوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

بداخلاقی سے نہ روکنے والی نماز:

فحشاء و منکر سے نہ روکنے والی نماز کس حکم میں ہے؟

امام رازی نے اس بارے میں نہایت محققانہ جواب دیا ہے۔

اَلصَّلاۃُ الصَّحِیْحَۃُ شَرْعًا تَنْھٰی عَنِ الْاَمْرَیْنِ مُطْلَقًا وَھِیَ الَّتِیْ اَتٰی بِھَا الْمُکَلَّفُ اللّٰہُ حَتّٰی لَوْ قَصَدَبِھَا الرِّیَاءِ لَا تَصِحُّ صَلَاتُہٗ شَرْعًا وَتَجِبُ عَلَیْہِ الْاِعَادَۃُ (۱۰)

''اُصولِ شریعت کی رو سے جو نماز صحیح کہی جاسکتی ہے وہ ان دونوں اُمور فحشاء و منکر سے روکتی ہے اور وہ وہی نماز ہے جو ایک عاقل و بالغ مسلمان خدا کے لیے ادا کرے۔ اس باب میں یہاں تک تحدید کردی گئی ہے کہ ادائے نماز سے اگر کسی کا مقصود نمائش و نمود ہو تو وہ نماز شرعاً درست نہ ہوگی۔ اس کو دوبارہ ادا کرنا چاہیے۔''

مفسرین کا ذوق تدقیق:

بعض مفسرین کے ذوق تدقیق نے اس موقع پر ایک بات یہ بھی پیدا کی ہے کہ نماز انسان کو فحشاء و منکر سے باز تو رکھتی ہے، تاہم حقیقت میں یہ فعل نماز کا نہیں ہے آیاتِ قرآنیہ کا ہے جن کی تلاوت نماز میں کی جاتی ہے اور پھر اس کی نسبت طول طویل بحثیں کی ہیں، لیکن ان سب کا ماحصل نزاعِ لفظی اور بحث مَالَا یَنْفَعُ سے زیادہ نہیں۔

علامہ طبری کا فیصلہ:

علامہ طبری نے جو کہ فن تفسیر بالروایات کے امام ہیں۔ خوب لکھا ہے:

الصَّوَابُ عَنِ الْقَوْلِ فِیْ ذٰلِکَ اَنَّ الصَّلاۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّابْنُ مَسْعُوْدٍ، فَاِنْ قَالَ قَائِلٌ وَکَیْفَ تَنْھَی الصَّلاۃُ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِاِنْ لَمْ یَکُنْ مَعْنِیًّابِھَا مَایُتْلٰی فِیْھَا؟ قِیْلَ تَنْھٰی مَنْ کَانَ فِیْھَا فَتَحُوْلُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اِیْقَانِ الْفَوَاحِشِ لِاَنَّ شُغْلَہٗ بِھَا یَقْطَعُہٗ عَنِ الشُّغْلِ بِالْمُنْکَرِ وَلِذَالِکَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: مَنْ لَّمْ یُطِعْ صَلاتَہٗ لَمْ یَزْدَدْمِنَ اللّٰہِ اِلَّا بُعْدًا، وَذَالِکَ اَنَّ طَاعَتَہٗ لَھَا اِقَامَۃٌ اِیَاھَا بِحُدُوْدِھَا وَفِیْ طَاعَتِہٖ لَھَا مُزْدَجِرٌعَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ....مَنْ اَتٰی فَاحِشَۃً اَوْ عَصَی اللّٰہَ بِمَا یُفْسِدُ صَلاتَہٗ فَلاشَکَّ اِنَّہٗ لا صَلاۃَ لَہٗ (۱۱)

''اس باب میں درست اور صحیح قول یہی ہے کہ فحشاء ومنکر سے نماز ہی روکتی ہے۔ ابن عباسؓ وابن مسعودؓ بھی اسی کے قائل ہیں، لیکن اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگر وہ آیتیں مراد نہیں ہیں جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں تو پھر نماز فحشاء ومنکر سے کیونکر روک سکتی ہے؟ جواب میں یہ کہا جائے گا کہ نماز میں جو مشغول ہوگا نماز اس کو روکے گی، اس کے فحشاء کے مابین یہ نماز حائل ہو جائے گی اس لیے کہ نماز کا مشغلہ نمازیوں کو شغل منکر سے منقطع کر دے گا۔ ابن مسعودؓ نے اسی بناء پر کہا تھا کہ جس شخص نے اپنی نماز کی اطاعت نہ کی اسے بجز اس کے اور کوئی نفع نہ ہوا کہ جناب الٰہی سے اس کی جدائی اور بڑھ گئی اور جو کچھ تقرب تھا اس میں بھی کمی آ گئی۔ سبب یہ ہے کہ نماز کی اطاعت کرنے کے معنی ہی یہ ہیں۔ کہ نماز کو اس طرح پڑھیں کہ جتنے ارکان حدود شرائط اور لوازم نماز کے ہیں، سب کے سب ادا ہو جائیں۔ جب یہ حالت ہوگی اور اس طرح نماز کی اطاعت کی جائے گی تو اس اطاعت میں لامحالہ فحشاء ومنکر سے باز رہنے اور باز رکھنے کی خصوصیت ہوگی..... اب اگر کسی نے فحشاء کا ارتکاب کیا یا خدا کی کوئی ایسی نافرمانی کی جس سے نماز میں

خلل آتا ہو تو اس کی بے شبہ نماز نہ ہوگی۔"

نماز کی حقیقی شان:

نماز کیا ہے؟ خدا کے ساتھ تعلقات بندگی کو تازہ کرنا اور اپنے قواءِ بہیمیہ کے خلاف اپنے قواءِ ملکوتیہ کو قوی رکھنے کی سعی ہے۔ یعنی دنیا کی جھوٹی ہستیاں جو اپنی شان و شوکت اور جبروت و جلالت سے دلوں پر ایک طرح کی مرعوبیت کا نقش بٹھاتی ہیں، اُن سے تبرّیٰ و استغفار کر کے صفحۂ قلب سے اِس نقش باطل کو دھوڈالنا اور انسانی زندگی کو روحانی و مادی دونوں حیثیتوں سے بہترین نمونۂ سعادت بنانے کے لیے حسن توفیق کا طلب گار ہونا، پس نماز بندے کے لیے خدا کی ایک معیت اور صحبت ہے اگر اس تعلق کو صحبت و معیت کے لفظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے تو یہ معیت، اوّل سے لے کر آخر تک قائم رہتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں صرف خدا ہے اور خدا کی یاد ہے۔ بندے اور خدا کے مابین کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔

إِنَّ الصَّلاَةَ أَوَّلُهَا لَفْظَةُ "اللهِ" وَآخِرُهَا لَفْظَةُ "اللهِ" فِي قَوْلِهِ "أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ" لِيَعْلَمَ الْمُصَلِّي أَنَّهُ مِنْ أَوَّلِ الصَّلاَةِ إِلَى آخِرِهَا مَعَ اللهِ

"نماز کی ابتداء أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ اور انتہا اَلسَّلاَمُ عَلَيْكُم وَرَحْمَةُ اللهِ پر ہوتی ہے، یعنی اوّل میں بھی اللہ ہی کا لفظ ہے اور آخر میں بھی۔ یہ اس لیے ہے کہ نمازی کو معلوم ہو جائے کہ نماز میں اوّل سے آخر تک وہ اللہ ہی کے ساتھ ہے۔"

اصل نماز سے خارج:

فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ : فَقَدْ بَقِيَ مِنَ الصَّلاَةِ قَوْلُهُ "وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدً الرَّسُوْلُ اللهِ" وَالصَّلاَةِ عَلَى الرَّسُوْلِ وَالتَّسْلِيمِ فَنَقُوْلُ: هٰذِهِ الْأَشْيَاءُ دَخَلَتْ لِمَعْنًى خَارِجٍ عَنْ ذَاتِ الصَّلاَةِ، وَذٰلِكَ لِأَنَّ الصَّلاَةَ ذِكْرُ اللهِ لاَ غَيْرُ لٰكِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وَصَلَ بِالصَّلاَةِ إِلَى اللهِ وَحَصَلَ مَعَ اللهِ لاَ يَقَعُ فِي قَلْبِهِ أَنَّهُ اسْتَقَلَّ وَالسْتَبَدَّ وَاسْتَغْنٰى عَنِ الرَّسُوْلِ (۱۲)

"اگر یہ اعتراض ہو کہ نماز میں اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللهِ" اور "اَللّٰهُمَّ صَلِّ

عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ" بھی ہے، تو اس کو جواب یہ ہے کہ یہ چیزیں اصل نماز کے معنی سے خارج ہیں۔ یہ ایک اوپری بات کے لیے داخل ہوگئی ہے۔ سبب یہ ہے کہ نماز صرف خدا کی یاد کا نام ہے۔ اس کے علاوہ نماز اور کوئی چیز نہیں ہے لیکن نماز کے ذریعہ بندہ جب خدا تک پہنچ جاتا ہے اور خدا کی قربت اسے حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے دل میں یہ خطرہ نہ آنا چاہیے کہ رسول کی ہدایت سے آزاد ہو گیا اور مستبد بن بیٹھا کہ اب میں تعلیمات رسالت سے بالکل ہی بے نیاز ہو گیا ہوں۔"

لازمی خاصۂ نماز:

نماز کی مواظبت سے کیا بات حاصل ہوتی ہے؟ حدیث میں ہے:

جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ فُلَانًا یُصَلِّی بِاللَّیْلِ فَاِذَا اَصْبَحَ سَرَقَ، فَقَالَ: لقتسنھا ملول (۱۳)

"ایک شخص نے رسول ﷺ کی خدمت میں گذارش کی کہ فلاں شخص رات کو نمازیں پڑھا کرتا ہے اور جب تڑکا ہوتا ہے تو چوری کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس چیز کو کہہ رہے ہو یعنی ادائے نماز۔ یہی چیز اس کو اس حرکت سے روک دے گی۔"

اوصاف نماز کا احساس

عصیاں سے باز رکھنا:

یہ بات کیونکر حاصل ہوتی ہے (۱۴) اور اس کا سبب کیا ہے؟ احادیث میں اس کی جو حقیقت مذکور ہے اور آثار واخبار سے اس موضوع پر جو روشنی پڑتی ہے، اس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:

فِیْ الصَّلَاۃِ مُنْتَھٰی وَّمُزْدَجِرٌ عَنْ مَعَاصِی اللّٰہِ (۱۵)

مَنْ لَّمْ تَنْھَہُ صَلَاتُہٗ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ لَمْ یَزْدَدْ بِصَلَاۃٍ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا

بُعْدًا (١٦)

"نماز میں خدا کی نافرمانیوں سے باز رکھنے اور روکنے کی صفت ہے۔"

جس شخص کو اس کی نماز نے بے حیائی اور برائی سے نہ روکا، وہ نماز پڑھ کر خدا سے اور بھی دور ہو گیا۔

نفع بخشی نماز:

قِيْلَ لِابْنِ مَسْعُوْدٍ: اِنَّ فُلَانًا كَثِيْرُ قَالَ: فَاِنَّهَا لَا تَنْفَعُ اِلَّا مَنْ اَطَاعَهَا (١٧)

"عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک شخص کا تذکرہ ہوا کہ فلاں شخص بہت نمازیں پڑھا کرتا ہے۔ ابن مسعودؓ نے کہا نماز اس شخص کو نفع دیتی ہے جو نماز کی اطاعت کرے۔"

خدا سے دوری کا باعث:

مَنْ لَّمْ تَاْمُرْهُ صَلَاتُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَهُ عَنِ الْمُنْكَرِ يَزْدَدْبِهَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدَهٗ

"نیکی کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے جس کی نماز حکم نہ دیتی ہو تو ایسی نماز نے خدا سے اُس کی دوری بڑھا دی۔"

اطاعت نماز سے مراد:

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يُطِعِ الصَّلَاةَ وَطَاعَةُ الصَّلَاةِ اَنْ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ، قَالَ قِيْلَ لِسُفْيَانَ: قَالُوْا يَاشُعَيْبُ اَصَلَاتُكَ تَاْمُرُكَ ؟ قَالَ فَقَالَ سُفْيَانُ؟ اَیْ وَاللّٰهِ تَاْمُرُهٗ وَتَنْهَاهُ (١٨)

"جو نماز کی اطاعت نہ کرے اس کی نماز نماز ہی نہیں۔ نماز کی اطاعت یہ ہے کہ وہ انسان کو بداخلاقی اور برائی سے روکے۔ حضرت سفیان سے سوال ہوا کہ قرآن کریم کی اس آیت سے کیا مراد ہے۔ کہ کفار نے کہا اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے؟" سفیان نے جواب دیا ہاں خدا کی قسم، نماز حکم دیتی ہے اور منع بھی کرتی ہے۔"

قرب کی جگہ بُعد و دُوری:

مَنْ صَلّٰی صَلاۃً تَنْھَهُ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ لَمْ یَزْدَدْبِھَا مِنَ اللهِ اِلاَّ بُعْدًا (۱۹)

''جس نے نماز پڑھی مگر اس نماز نے بداخلاقی اور برائی سے اس کو باز نہ رکھا تو جناب الٰہی سے قرب و تعلق کی جگہ اس کا اور فاصلہ بڑھ گیا۔''

کونسی نماز سے کوئی فائدہ نہیں:

مَنْ لَّمْ تَنْھَهُ صَلاتُهُ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ فَاِنَّهُ لا یَزْدَادُ مِنَ اللهِ بِذَالِکَ اِلاَّ بُعْدًا (۲۰)

''جس کی نماز اس کو بداخلاقی اور برائی سے مانع نہ ہوئی تو بجز اس کے اس نماز کی بدولت خدا سے اس کی دُوری بڑھ جائے اور کوئی فائدہ نہیں۔''

ترقی کی بہترین محرک نماز:

یعنی نماز انسان کی زندگی کو پاک کرنے والی، شریفانہ کیرکٹر بنانے والی، تہذیبِ نفس اور تربیتِ ضمیر کی روح بڑھانے والی چیز ہے، یہی سبب ہے کہ اسلام نے ادائے نماز پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور ہر جگہ اس کی اہمیت پر دنیا کو توجہ دلائی ہے۔ کسی قوم یا کسی فرد کی کامیاب زندگی کے لیے ان باتوں کی جیسی کچھ ضرورت ہے، ظاہر ہے۔

قدرت نے مسلمانوں کو ساری دنیا پر حکومت کرنے اور ہر قسم کی روحانی و مادی ترقیات کا مجموعہ بنانے کے لیے پیدا کیا تھا۔ ترقی کا سب سے بڑا اور سب سے مؤثر ذریعہ کیرکٹر کا تزکیہ ہے اور اس کی بہترین محرک نماز ہے۔

حکومت و فرمانروائی کی باعث نماز:

جس نماز کو تم ایک رسمی چیز سمجھ رہے ہو، جس کو عہد قدیم کا ایک بے کار اور بے سود رواج مانتے ہو، جس کے ادا کرنے میں تمہیں کیا کیا موانع پیش نہیں آتے اور جسے پڑھتے بھی ہو تو:

''برزبان تسبیح و دردل گاؤ وخر''

کا حال ہوتا ہے، وہی نماز ایسی چیز تھی کہ اس کی حقیقت پر تمہیں عبور ہوتا تو اس وقت تمہاری حالت بدلی ہوئی نظر آتی اور تم یوں مقہور و مغلوب نہ ہوتے۔ کیونکہ تم میں سے ہر فرد ایک ایسا اعلیٰ اور مکمل اخلاقی کیرکٹر رکھتا جو دنیا میں صرف عزت و عظمت، ہیبت و جبروت، حکومت و فرمانروائی اور طاقت و طاقت فرمائی ہی کے لیے ہے۔ اس کی مزید تشریح اور معارفِ صلاۃ کا انکشاف آگے چل کر ایک مستقل عنوان کے تحت آئے گا۔ یہ محض ایک سرسری اشارہ تھا۔

چہ بودے ار بدل ایں دردہم نہاں بودے
کہ کارمن نہ چنیں بودے نہ چناں بودے؟

مسلمانوں کی موجودہ نماز:

غور کرو! جو نماز تم پڑھتے ہو، جس عبادت پر تمہیں ناز ہے اور جو اندازِ پرستش تم نے قائم کر رکھا ہے، وہ حقیقت سے کس قدر دور ہے؟ کیا اس نے کبھی تمہیں فواحش و منکرات سے روکا؟ کیا اس کے ذریعے تمہارا کیرکٹر پاک و بلند ہو سکا؟ کیا اس کی مواظبت نے تم میں کوئی روحانیت پیدا کی؟ کیا تمہاری تنزل پذیر حالت اس کے طفیل ذرا سی بدلی؟ کیا خدا کا تعلق اور مخلوق کا رشتہ تمہارے ہاتھ آسکا؟

اگر جواب نفی میں ہے تو پھر کیا یہ وہی نماز ہے جس کی نسبت حضرت فاروق اعظمؓ نے بے خودانہ لہجے میں فرمایا تھا۔

لاَ حَظَّ فِیْ الْحَیَاتِ وَقَدْ عَجُزَتْ عَنْ اِقَامَۃِ الصَّلاَۃِ

ادائے نماز ہی کی استطاعت نہ رہی تو پھر زندگی میں کیا لطف رہا؟

صلوٰۃ وسطیٰ کی تعیین

تمہید:

ایک خاص نماز کی تحقیق بھی اسی ذیل میں ضروری ہے جس کی تعیین و تحدید کا سوال ایک

نہایت معرکتہ آلارا مسئلہ بن گیا ہے اور جس نے اصل نماز کے متعلق عجیب عجیب مباحث پیدا کر دیئے ہیں یعنی صلاۃ وسطیٰ جس کے لیے قرآن کریم نے خاص طور پر تاکید کی ہے:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (۲:۲۳۸)

"محافظت کرو نماز کی اور علی الاخص نماز وسطیٰ کی۔"

صلاۃ الوسطیٰ کونسی نماز ہے؟

نماز وسطیٰ کس نماز کا نام ہے؟ علمائے تفسیر و حدیث کے متعدد قول اس باب میں ہیں:

نماز عصر:

نماز وسطیٰ عصر کی نماز ہے اس کی تائید میں ۶۹ حدیثیں مروی ہیں جن میں ایک خاص حدیث واقعہ احزاب کے متعلق ہے اور بقول محدث ابن جریر یہی حدیث تخصیص عصر کی "عِلَّةُ الْعِلَلِ" ہے۔

شَغَلَ الْمُشْرِكُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ حَتّٰى اصْفَرَّتْ اَوْ اِحْمَرَّتْ. فَقَالَ شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى مَلَاءَ اللّٰهُ اَجْوَافَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا ٥

"مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کو جنگ میں اتنا مشغول کر لیا کہ نماز عصر ادا کرنے کی مہلت نہ ملی۔ حتیٰ کہ آفتاب کا رنگ زرد یا سرخ ہو گیا یعنی غروب کا وقت آ گیا اس حال میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: خدا ان کے سینے اور قبریں آگ سے بھر دے جنہوں نے ہم کو نماز وسطیٰ سے روک رکھا۔"

نماز ظہر:

نماز وسطیٰ ظہر کی نماز ہے۔ اس کی تائید میں ۲۶ حدیثیں مروی ہیں جن میں تخصیص ظہر کی "عِلَّةُ الْعِلَلِ" دو حدیثیں ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَلَمْ يَكُنْ

یُصَلِّی صَلاَۃً اَشَدُّ عَلٰی اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْھَا.
قَالَ: فَنَزَلَتْ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلٰوۃِ وَالصَّلاَۃِ الْوُسْطٰی وَقَالَ اِنَّ قَبْلَھَا صَلاَتَیْنِ وَ بَعْدَھَا صَلاَتَیْنِ "

"رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز دوپہر ڈھلتے ہی پڑھتے تھے، آپؐ جتنی نمازیں ادا فرماتے تھے، اس سے زیادہ اور کوئی نماز صحابہ پر گراں نہ تھی اسی بنا پر یہ آیت اُتری کہ "نمازوں اور نماز وسطیٰ کی محافظت کرو۔" راوی حدیث (زید بن ثابت) نے اس کے وسطیٰ ہونے کی یوں بھی توجیہ کی ہے کہ ظہر سے قبل و بعد دو دو نمازیں ہیں پس نماز ظہر، وسط میں ہے۔"

نماز عشاء:

نماز وسطیٰ عشاء کی نماز ہے، اس کی تائید میں خصوصیت کے ساتھ اس حدیث سے مدد لی جاتی ہے:

"عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّی الْعِشَآءَ الْاٰخِرَۃَ فِیْ جَمَاعَۃٍ کَانَ کَقِیَامِ نِصْفِ لَیْلَۃٍ"

"حضرت عثمانؓ، رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے عشاء کی نماز، جماعت کے ساتھ ادا کی اس کی نماز نصف شب تک کی عبادت سمجھی جائے گی۔"

ازروئے عقل اس کے وسطیٰ (درمیانی نماز) ہونے کی یہ علت بھی بیان کی جاتی ہے۔

اِنَّھَا مُتَوَسَّطَۃٌ بَیْنَ صَلاَتَیْنِ نُقُصَرَانِ : اَلْمَغْرِبَ وَا لصُّبْحَ (۲۱)

"نماز عشاء مغرب و فجر دونوں چھوٹی چھوٹی نمازوں کے مابین متوسط درجہ کی نماز ہے۔"

نماز فجر:

نماز وسطیٰ، فجر کی نماز ہے۔ اس کی تائید میں ۷ احادیثیں مذکور ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ صَلَّی صَلَاةَ الْغَدَاةِ فِی مَسْجِدِ الْبَصْرَةِ فَقَنَتَ قَبْلَ الرَّكُوْعِ وَّقَالَ: هٰذِهِ الصَّلَاةُ الْوُسْطٰی الَّتِیْ ذَكَرَهَا اللهُ "حَافِظُوْا عَلَی الصَّلٰوةِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْ اللهِ قَانِتِیْنَ" (۲۲)

"بصرہ کی مسجد میں عبداللہ بن عباسؓ نے صبح کی نماز ادا کی، جس میں رکوع سے پہلے دُعا قنوت پڑھی اور فرمایا کہ یہ وہی نماز وسطیٰ ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے تذکرہ کیا ہے کہ نمازوں اور نماز وسطیٰ کی محافظت کرو اور اللہ کے لیے قنوت کرتے ہوئے کھڑے ہو۔"

ابن جریر کی رائے:

علامہ ابن جریر لکھتے ہیں:

وَعِلَّةُ مَنْ قَالَ هٰذِهِ الْمُقَالَةَ اَنَّ اللهَ تَعَالٰی ذِكْرُهُ قَالَ: حَافِظُوْا عَلَی الصَّلٰوةِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ بِمَعْنَی وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ فِیْهَا قَانِتِیْنَ، قَالَ فَلَا صَلَاةَ مَكْتُوْبَةٌ مِنَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِیْهَا قُنُوْتٌ سِوَی صَلَاةَ الصُّبْحِ فَعُلِمَ بِذٰلِكَ اَنَّهَا هِیَ دُوْنَ غَیْرِهَا ۝ (۲۳)

"جن لوگوں کا قول ہے کہ نماز وسطیٰ فجر کی نماز ہے وہ اس بناء پر یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نمازوں کی اور نماز وسطیٰ کی محافظت کرو۔ اور اللہ کے لیے قنوت کرتے ہوئے کھڑے ہو۔ پس وہ کھڑے ہونے کے معنی عبادت کرنے اور قنوت کرنے کا مطلب نماز میں دُعائے قنوت پڑھنا سمجھتے ہیں۔ نماز پنجگانہ میں نماز فجر کے علاوہ کوئی ایسی نماز نہیں جس میں ہم دُعائے قنوت پڑھتے ہوں لہٰذا معلوم ہوا کہ نماز وسطیٰ جس کے ساتھ قنوت کی شرط ہے فجر ہی کی نماز ہے کوئی اور نماز نہیں ہے۔"

پانچوں نمازوں میں ایک:

نماز وسطیٰ، تو معلوم نہیں کہ کون سی نماز ہے۔ مگر انہی پانچوں نمازوں میں سے ایک نہ ایک

یہ بھی ہے۔ اس کی تائید میں تین حدیثیں روایت کی گئی ہیں جن میں دو یہ ہیں:

كُنَّا عِنْدَ نَافِعٍ وَمَعَنَا رَجَاءُ بْنُ حَيَاةٍ فَقَالَ لَنَا رَجَاءٌ سَلُوْا نَافِعًا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى فَسَاءَ لْنَاهُ فَقَالَ قَدْ سَالَ عَنْهَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَجُلٌ فَقَالَ هِيَ فِيْهِنَّ فَحَافِظُوْا عَلَيْهِنَّ كُلُّهُنَّ (۲۴)

"ہم لوگ نافع کے پاس بیٹھے تھے ہمارے ساتھ رجاء بن حیاۃ بھی تھے۔ رجاء نے کہا کہ نافع سے پوچھو کہ نماز وسطیٰ کونسی نماز ہے؟ ہم نے نافع سے سوال کیا تو نافع نے جواب دیا کہ عبداللہ بن عمرؓ سے بھی ایک شخص نے یہی سوال کیا تھا جس کے جواب میں ابن عمر نے کہا تھا کہ انہی پانچ نمازوں میں ایک نماز یہ بھی ہے پس تم سب کی حفاظت کرو۔"

دوسری حدیث میں ہے:

عَنْ اَبِي خُطَيْمَةَ قَالَ فَسَاَلْتُ الرَّبِيْعَ بْنَ خَيْثَمٍ عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى قَالَ: اَرَأَيْتَ اِنْ عَلِمْتَهَا كُنْتَ مُحَافِظًا عَلَيْهَا وَمُضِيْعًا سَائِرَ هُنَّ ؟ قُلْتُ لَا، فَقَالَ : فَاِنَّكَ اِنْ حَافَظْتَ عَلَيْهِنَّ فَقَدْ حَافَظْتَ عَلَيْهَا (۲۵)

"ابوخطیمہ کہتے ہیں کہ میں نے ربیع بن خیثم سے نماز وسطیٰ کی نسبت دریافت کیا۔ اُنہوں نے کہا، اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے تو کیا صرف اسی ایک نماز کی محافظت کرو گے اور بقیہ نمازیں چھوڑ دو گے؟ میں نے کہا "نہیں" اس پر اُنہوں نے کہا کہ اگر تم نے ان سب نمازوں کی محافظت کی تو اس کی محافظت بھی کر لی۔"

نماز پنجگانہ کا مجموعہ:

نماز وسطیٰ ان پانچ نمازوں کے مجموعہ ہی کا نام ہے۔ اس کی تائید میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے۔

اِنَّ الْوُسْطٰى مَجْمُوْعُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فَاِنَّ الْاِيْمَانَ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ دَرَجَةً اَعْلَاهَا شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ

الطَّرِيْقِ وَالصَّلٰوتُ الْمَكْتُوْبَةُ وَاسِطَةٌ بَيْنَ الطَّرَفَيْنِ " (۲۶)

''حقیقت میں، نماز وسطیٰ سے مراد اوقات پنجگانہ کی نمازوں کا مجموعہ ہے، اس لیے کہ حسب راویت صحیحہ ایمان کے کچھ اوپر ۷۰ درجے ہیں جن میں اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی معبود کے نہ ہونے کی شہادت دی جائے اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ راستے سے اذیت کی چیزیں ہٹا دی جائیں۔فرض نمازوں کا درجہ ان دونوں کے درمیان ہے اور یہ ان دونوں کناروں کے لیے باہم ملنے کی جگہ ہے، پس یہی وسط ہے۔

معنی لفظ وسطیٰ

علمائے لغت کا بیان:

صلاۃ وسطیٰ کے معنی کیا ہیں؟ علمائے لغت و محققین ادبیات کا بیان ہے:

اَلْوُسْطٰى تَانِيْثُ الْاَوْسَطِ، وَاَوْسَطُ الشَّيْءِ وَوَسْطُهُ خِيَارُهُ، وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالٰى: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا . وَوَسَطَ فُلَانٌ الْقَوْمَ يَسِطُهُمْ اَيْ صَارَفِيْ وَسْطِهِمْ وَلَيْسَتْ مِنَ الْوَسْطِ الَّذِيْ مَعْنَاهُ مُتَوَسِّطٌ بَيْنَ شَيْئَيْنِ لِاَنَّ فُعْلٰى مَعْنَاهَا التَّفْضِيْلَ وَلَا يُبْنَى التَّفْضِيْلُ اِلَّا مَا يَقْبَلُ الزِّيَادَةَ وَالنَّقْصَ، وَالْوَسْطُ بِمَعْنَى الْعَدْلِ وَالْخِيَارِ يَقْبَلُهَا بِخِلَافِ التَّوَسُّطِ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ فَاِنَّهُ لَا يَقْبَلُهَا، فَلَا يُبْنَى مِنْهُ اَفْعَلُ التَّفْضِيْلُ (۲۷)

''وسطیٰ'' لفظ'' اوسط کا صیغہ مونث ہے، محاورہ میں کہتے ہیں، اوسط الشیء اور اوسط الشیء (کسی چیز کا اوسط اور اس کا اوسطاً) اور اس سے مراد لیتے ہیں، خیار الشیء (بہترین چیز) اوسط وسط سے تو مشتق ہے مگر اس وسط سے مشتق نہیں ہے جس کے معنی دو چیزوں کے درمیانی حصہ کے آتے ہیں، اس لیے کہ فعلیٰ جس کے وزن پر وسطیٰ کا لفظ ہے۔اس لے معنی تفصیل کے لیے، وہی لفظ لائیں گے جو زیادتی وکمی

دونوں حیثیتوں کو قبول کر سکتا ہو۔ وسط جس کے معنی معتدل اور بہتر کے ہیں، ان دونوں (یعنی زیادتی وکمی) کی قابلیت رکھتا ہے، (یعنی بصورتِ زیادت اعتدال و بہتری اور بحالت نقص بے اعتدالی و بدتری کی گنجائش بھی اس میں نکل سکتی ہے) بخلاف اس توسط کے، جس سے دو چیزوں کا درمیانی حصہ مراد ہو کیونکہ اس میں دوسرا پہلو آ سکتا ہی نہیں، لہٰذا صیغہ افعل التفضیل اس سے نہیں بنا سکتے۔"

حاصل کلام:

یعنی جن روایتوں کی بناء پر نمازِ وسطیٰ کے لیے اوقات پنجگانہ میں کسی ایسی نماز کی تحدید کی جاتی ہے، جو تمام نمازوں کے درمیان میں واقع ہو، یہ تخیل ہی برخود غلط ہے، کیونکہ وسطیٰ کے یہ معنی ہی نہیں ہیں۔

بحث واوٗ عاطفہ

تقاضائے عطف:

اس تحقیق کی تائید میں کہا گیا ہے کہ:

وَاوُ الْعَطْفِ تَقْتَضِی الْمُغَایَرَۃَ

"واوٗ عطف کا اقتضا یہ ہے کہ معطوف و معطوف علیہ دونوں دو علیحدہ چیزیں ہوں"

پس حَافِظُوْا عَلَی الصَّلٰوةِ وَالصَّلَاۃِ الْوُسْطٰی میں واوٗ عطف موجود ہے۔

لہٰذا صلوات سے جو نمازیں مراد ہیں، ان کی ذیل میں نماز وسطیٰ کیونکر آ سکتی ہے؟

لامحالہ اسے کوئی دوسری نماز فرض کرنا پڑے گا۔

ایک شبہ کا ازالہ:

یہ شبہ اگر صحیح ہے تو وہ روایتیں جو اوقات پنجگانہ کی نمازوں میں سے کسی ایک نماز کو وسطیٰ بنا رہی ہیں، یقیناً ماننی پڑیں گی۔ نماز وسطیٰ کو فرائض خمسہ کے علاوہ ایک دوسری نماز ماننا ہوگا اور تحقیق

کے لیے بحث کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔

مفسرین کی غلطی:

لیکن اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ہر واؤ کو واؤ عطف مان لینا ہی غلط ہے۔ واؤ کی ایک قسم واؤ زائد بھی ہے، جس کی متعدد مثالیں خود قرآن کریم میں موجود ہیں مثلاً:

(۱) وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ (۶:۵۵)

(۲) وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ (۶:۵۵)

(۳) وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (۶:۷۵)

"اور دیکھو ہم اسی طرح تفصیل سے اپنی آیتیں بیان کرتے ہیں۔ اور اس لیے (بیان کرتے ہیں) تاکہ مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں کی اور زمین کی پادشاہت کے جلوے دکھائے تاکہ وہ یقین رکھنے والوں میں سے ہو جائیں۔"

اقسام عطف:

خود عطف میں بھی جہاں ایک قسم عطف وصفی کی ہے، جس میں معطوف و معطوف علیہ میں مغائرت ضروری ہے وہاں ایک دوسری قسم عطف ذاتی کی بھی ہے، جسے اس تفریق سے کچھ سروکار نہیں۔ آیتوں میں عطف ذاتی کی بکثرت نظیریں وارد ہیں۔ مثلاً:

(۱) وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (۳۳:۴۰)

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝ وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى (۸۷:۱تا۴)

"اور لیکن (محمد ﷺ) اللہ کے رسول اور سلسلہ نبوت کے خاتم ہیں۔ اے نبیؐ آپ ﷺ اپنے بلند و اعلیٰ پروردگار کے نام کی تسبیح کریں، اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ پھر انہیں

درست کیا۔ اس نے تمام مخلوق کا اندازہ کیا۔ پھر انہیں ہدایت یاب فرمایا۔''

ان مثالوں میں کوئی ایک بھی ایسی نہیں ہے، جسے مغائیرت کے ثبوت میں پیش کر سکیں۔ یہ سب عدم مغائیرت کے لیے ہیں۔ اسی طرح بیشمار آیتیں نقل کی جا سکتی ہیں۔

مِمَّالاَ حَاجَةَ اِلٰی سُوْقِهَا هُوَ مَعْلُوْمٌ بِالْبَدَاهَةِ (۲۸) عرب کا ایک قدیم شعر ہے:

اِلَی الْمَلِکِ الْقَوْمِ وَابْنِ الْهَمَّامِ
وَلَیْثِ الْکَتِیْبَةِ فِی الْمُزْدَحِمِ

یہاں کہیں بھی مغائرت نہیں ہے۔ 'اِبْنِ اَبِی رَدَاذ اَیَادِی' کے مشہور قصیدے میں ہے:

سُلِّطَ الْمَوْتُ وَ الْمَنُوْنُ عَلَیْهِمِ
فَلَهُمَ فِیْ صَدَی الْمَقَابِرِ هَامٌ

موت اور منون کے درمیان واؤ عطف سے تفریق کی ہے لیکن معنی دونوں کے ایک ہیں۔

ارض حیرہ کا نامور شاعر اور لقمان ابن منذر کا سرپرست عدی بن زید عبادی ایک قصیدے میں لکھتا ہے۔

فَقَدِمَتِ الْاَدِیْمُ لِرَاهَشَیْهِ
فَالفٰی قَوْلَهَا کَذِبًا وَ مِیْنًا

''کذب'' اور ''مین'' دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ فارسی میں بھی یہی قاعدہ ہے۔ فردوسی کا شعر ہے ؎

در از جوئے خلدش بہنگام آب
بہ بیخ انگبیں ریزی و شہد ناب

انگبیں اور شہد دونوں دو چیزیں نہیں ہیں۔ سیبویہ کا قول ہے:

یَجُوْزُ قَوْلُ الْقَائِلِ "مَرَرْتُ بِاَخِیْکَ" وَیَکُوْنُ الصَّاحِبُ هُوَ الْاَخُ نَفْسُهٗ

''یہ کہنا جائز، درست ہے کہ میں تیرے بھائی اور تیرے رفیق کے پاس سے گزرا

خواہ جس کو رفیق کہا گیا ہو، وہی بھائی ہو یعنی دونوں ایک ہوں دو نہ ہوں۔"

معنی قنوت

سکوت وخاموشی

قنوت کے کیا معنی ہیں؟ اس مسئلہ میں بھی حسب معمول متعدد اقوال ہیں:

(۱) قُوۡمُوۡا لِلّٰهِ قٰنِتِيۡنَ (۲۹) میں قنوت کے معنی سکوت وخاموشی کے ہیں اس باب میں ۹ حدیثیں مروی ہیں، جن میں ایک یہ ہے:

كُنَّا نَقُوْمُ فِي الصَّلٰوةِ فَنَتَكَلَّمُ وَيَسْأَلُ الرَّجُلُ صَاحِبَهُ عَنْ حَاجَتِهٖ وَيُخْبِرُهُ وَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ إِذَا سَلَّمَ حَتّٰى اَتَيْتُ اَنَا فَسَلَّمْتُ فَلَمْ يَرُدُّوْا عَلَيَّ السَّلَامَ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيَّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرُدَّ عَلَيْكَ السَّلَامَ اِلَّا اِنَّا اُمِرْنَا اَنْ نَقُوْمَ قَانِتِيْنَ لَا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ وَالْقُنُوْتُ السُّكُوْتُ

"ہم لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے، لوگ اپنے ساتھی سے اپنی ضرورت کے متعلق سوال کرتے وہ انہیں جواب دیتا، اطلاع دیتا، باہم سلام کرتے، جواب دیتے، یہی کیفیت روزمرہ تھی، کہ ایک مرتبہ میں حاضر ہوا نماز ہو رہی تھی، میں نے سلام کیا، جواب نہ ملا، مجھ پر یہ واقعہ بہت ہی گراں گزرا، رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جواب سلام سے مجھے صرف اس بات نے روکا تھا کہ ہم کو حکم ہوا ہے کہ قنوت کے ساتھ عبادت کریں، نماز میں نہ بولیں، پس قنوت کے معنی خاموشی کے ہیں۔"

خشوع وخضوع:

(۲) قنوت کے معنی خشوع وخضوع کے ہیں۔ اس باب میں پانچ حدیثیں مروی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے:

اِنَّ مِنَ الْقُنُوْتِ الْخُشُوْعَ وَ طُوْلَ الرَّكُوْعِ وَغَضَّ الْبَصَرِ وَخفْضَ الْجَنَاحِ مِنْ هَيْبَةِ اللهِ كَانَ الْعُلَمَاءُ اِذَا اَقَامَ اَحَدُهُمْ يُصَلِّي يَهَابُ الرَّحْمَانَ اَنْ يَّلْتَفِتَ اَوْ اَنْ يُّقَلِّبَ الْحَصَى اَوْلَعِبَتُ بِشَيْءٍ اَوْ يَحدُثُ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ مِنْ اَمْرِ الدُّنْيَا اِلَّا نَاسِيًا (۳۱)

''قنوت کی ذیل میں خشوع، طول رکوع، نظر نیچی رکھنی، خدا کے خوف سے متواضع رہنا، یہ سب باتیں داخل ہیں۔علمائے صحابہ کی عادت تھی کہ جب ان میں کوئی نماز پڑھنے اُٹھتا تو خدا کی ان پر اتنی ہیبت چھا جاتی کہ نہ ادھر التفات کرتے، نہ کنکریاں الٹتے پلٹتے، نہ کوئی بیکار شغل کرتے، نہ دنیا کی کسی بات کو جی میں لاتے اور اگر لاتے تو بھولے سے لاتے۔''

دُعائے قنوت:

(۳) قنوت سے مراد دُعائے قنوت ہے۔اس کی تائید میں ابن عباسؓ کی روایت پہلے نقل ہو چکی ہے۔

(۴) قنوت کے معنی اطاعت کے ہیں، اس باب میں ۲۴ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے اکثر کے راوی ثقہ ہیں، اور ادبیات عرب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ابن جریر کی رائے:

علامہ ابن جریر لکھتے ہیں:

اَوْلٰى هٰذِهِ الْاَقْوَالِ بِالصَّوَابِ فِيْ تَاوِيْلِ قَوْلِهٖ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ قَوْلُ مَنْ قَالَ تَاوِيْلُهٗ مُطِيْعِيْنَ، وَذٰلِكَ اَنَّ اَصْلَ الْقُنُوْتِ الطَّاعَةُ، وَقَدْ تَكُوْنُ الطَّاعَةُ لِلّٰهِ فِي الصَّلَاةِ بِالسُّكُوْتِ عَمَّا نَهَى اللهُ مِنَ الْكَلَامِ فِيْهَا وَلِذٰلِكَ وَجَهَ مَنْ وَجَّهَ تَاوِيْلَ الْقُنُوْتِ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ اِلَى السُّكُوْتِ فِي الصَّلَاةِ اَحَدُ الْمَعَانِي الَّتِيْ فَرَضَهَا اللهُ عَلٰى عِبَادِهٖ فِيْهَا اِلَّا عَنْ قِرَأةِ قُرْآنٍ اَوْ ذِكْرٍ لَهٗ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ..... وَقَدْتَكُوْنُ الطَّاعَةُ لِلّٰهِ

فِیْهَا بِالْخُشُوْعِ وَ خَفْضِ الْجَنَاحِ وَاِطَالَةِ الْقِیَامِ وَبِالدُّعَاءِ لِاَنَّ کُلًّا غَیْرُ خَارِجٍ مِنْ اَحَدِ مَعْنَیَیْنِ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ مِمَّا اُمِرَبِهِ الْمُصَلِّی اَوْمِمَّا نُدِبَ اِلَیْهِ ، وَالْعَبْدُ بِکُلِّ ذٰلِکَ لِلّٰهِ مُطِیْعٌ وَهُوَ لِرَبِّهِ قَانِتٌ، وَالْقُنُوْتُ اَصْلُهُ الطَّاعَةُ لِلّٰهِ ثُمَّ یُسْتَعْمَلُ فِیْ کُلِّ مَا اَطَاعَ اللهَ الْعَبْدُ..... فَتَاوِیْلُ الْاٰیَةِ اِذًا حَافِظُوْا عَلَی الصَّلٰوةِ وَالصَّلاَةِ الْوُسْطٰی وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ فِیْهَا مُطِیْعِیْنَ..... غَیْرَ عَاصِیْنَ اللهَ فِیْهَا بِتَضْیِیْعِ حُدُوْدِهَا وَالتَّفْرِیْطِ فِی الْوَاجِبِ بَعْدَ عَلَیْکُمْ فِیْهَا وَفِیْ غَیْرِهَا مِنْ فَرَائِضِ اللهِ (۳۲)

''اللہ کے لیے قنوت کرتے ہوئے عبادت کرو'' اس کی تفسیر میں جو اقوال مذکور ہیں ان میں زیادہ درست اور بہتر تاویل یہ ہے کہ قنوت کرنے کے معنی اطاعت کرنے کے ہیں۔ سبب یہ ہے کہ قنوت اصل لغت میں اطاعت و فرمانبرداری ہی کے لیے موضوع ہے۔ نماز میں خدا کی اطاعت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ خاموش رہے۔ جن باتوں میں خدا نے گفتگو کرنے کی ممانعت کی ہے ان میں کلام نہ کرے، آیت میں جو لوگ قنوت کے معنی سکوت لیتے ہیں، اس تاویل کی ایک شکل وہ بھی ہے۔ خدا نے بحالتِ نماز بندوں پر سکوت کو بھی فرض ٹھہرایا ہے۔ البتہ قرأت قرآن یا وہ اذکار جو خدا کے شایانِ شان ہیں، اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں..... نماز میں اطاعت الٰہی کی ایک دوسری صورت خشوع وخضوع وطولِ قیام و دُعا بھی ہے، یہ تمام چیزیں دو باتوں سے خالی نہیں: یا تو نماز پڑھنے والے کو اس کا حکم ملا ہے، یا اس کو مستحب ٹھہرایا گیا ہے۔ دونوں حالتوں کی اطاعت میں بندہ، خدا کی اطاعت اور قنوت کرنے والا سمجھا جائے گا۔ قنوت کی حقیقت بھی خدا کی اطاعت ہے۔ بعد میں ان تمام اشکال کو بھی قنوت کہنے لگے۔ جن کے ذریعے سے خدا کی اطاعت کی جائے..... اس صورت میں آیت کی تفسیر یہ ہوگی کہ نمازوں کی اور نماز وسطٰی کی حفاظت کرو اور ان عبادتوں میں خدا کی اطاعت کیا کرو..... حدود اطاعت کو تلف کر کے نافرمان نہ بنو۔ نمازوں میں اور دوسرے فرائض و واجبات

میں جو اُمور خدا نے تم پر لازم ٹھہرائے ہیں، ان میں کمی نہ ہونے دو۔"

نماز سے مقصود بالذات

نماز میں سب سے بڑی مہم:

حقیقت یہ ہے کہ نماز میں سب سے بڑی مہم اطمینانِ قلب و حضور نفس و خشوع طبیعت و خضوع جوارح ہے کہ انسان اپنے تمام اعضاء اور تمام قویٰ اور جذبات سے خدا کی جانب متوجہ ہو جائے اور جن اغراض کے لیے نماز کی تاکید کی گئی ہے ان کو نہایت مکمل طریق پر بجالائے۔

مغفرت کا وعدہ کس کے لیے؟

حدیث میں ہے:

خَمسُ صَلَوَاتٍ اِفتَرَ ضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰی : مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَ هُنَّ وَصَلَاتَهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهُ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهُ وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ (۳۳)

"خدا نے پانچ نمازیں فرض ٹھہرائی ہیں، جس نے اچھی طرح وضو کیا، وقت پر نماز پڑھی اور کامل طریق پر رکوع و خشوع کے حقوق سے عہدہ برا ہوا تو اللہ کا وعدہ ہے کہ ضرور اس کی مغفرت ہوگی لیکن جس نے ایسا نہ کیا تو کوئی وعدہ نہیں، چاہے تو اللہ اس کو بخش دے اور چاہے عذاب میں ڈالے۔"

ایک واقعہ نبوی ﷺ:

یہی وہ نماز ہے، جسے کامل طریق پر ادا نہ ہوتے دیکھ کر ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ ٹوکتے رہے۔ اس نے تین چار مرتبہ نماز پڑھی مگر ہر مرتبہ آنحضرت ﷺ نے یہی فرمایا:

قُمْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ (۳۴)

"اٹھو اور پھر نماز پڑھو۔ اس لیے کہ جو نماز تم نے پڑھی ہے وہ نماز ہی نہ تھی۔"

منتہائے نماز:

وہ نماز، جو انسان میں ایک ذرہ برابر اشراق ونورانیت نہ پیدا کر سکے، وہ خواہ کسی وقت کی نماز ہو، اس میں صلاۃ وسطیٰ کا درجہ کیونکر آ سکتا ہے؟ روزمرہ کی جو نمازیں فرض ہیں یہی صلاۃ وسطیٰ بھی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ہر ایک شرط کی تکمیل پر نظر ہو۔ نماز کے اغراض ومقاصد ان سے حاصل ہوسکیں، قلب میں طہارت پیدا ہو، بطون میں نورانیت کا ظہور ہو، روحانیت بڑھے، نفس میں تہذیب خصال بلند ہو اور انسان اس قابل ہو سکے کہ جب نماز پڑھے تو مَلَـکُـوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کے اسرار، اس پر افشا ہو جائیں:

لَوْ کَشَفَ الْغِطَآءَ لَمَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا

"قدرت کے تمام پردے اگر کھل جائیں۔ جب بھی میرا تیقن اس درجہ بلند ہے کہ اس میں کوئی اضافہ نہ ہو سکے گا۔"

پروردگارِ عالم کا شہود:

علمائے حقیقت لکھتے ہیں:

اَلْقَلْبُ هُوَ الَّذِیْ فِیْ وَسْطِ الْاِنْسَانِ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ فَکَاَنَّهٗ قِیْلَ: حَافِظُوْا عَلٰی صُوْرَةِ الصَّلَوَاتِ بِشَرَائِطِهَا حَافِظُوْا عَلٰی مَعَانِیْ الصَّلَوَاتِ بِحَقَائِقِهَا بِدَوَامِ شُهُوْدِ الْقَلْبِ لِلرَّبِّ فِی الصَّلَاةِ وَبَعْدِهَا

"قلب وہ چیز ہے، جو شرف مرتبت وشرف محل، ہر حیثیت سے انسان کے وسط جسم میں واقع ہے۔ یہ رُوح اور جسم میں ٹھیک درمیان کی حالت رکھتا ہے۔ گویا نماز وسطیٰ کی محافظت کا حکم دیتے ہوئے یہ کہا گیا کہ صورت نماز کی محافظت کرو۔ معانی واغراض نماز کی محافظت کرو۔ حقیقت وحکمت نماز کی محافظت کرو اور یہ محافظت اس طرح کرو کہ نماز میں اور نماز کے بعد، ہر حالت میں قلب کو بطریق دوام واستمرار پروردگارِ عالم کا شہود حاصل رہے۔"

برکات نماز وسطیٰ:

وسطیٰ وہی نماز ہوگی، جو فضل وشرف میں سب پر فائق ہو۔ ایسی نماز جو دینی ودنیوی، ہر قسم

کی ترقیوں کی بہترین تحریک اپنے اندر رکھتی ہو۔ اس کی فضیلت میں کیا کلام ہو سکتا ہے؟ یہی نمازیں ہیں، جن کو قرآن کریم کی اصطلاح میں وسطیٰ کا لقب دیا گیا۔ اور ان کی محافظت کی تاکید کی گئی، تاکہ انسان اس تحریک پر زمانہ بھر کی نعمتوں اور برکتوں کا احاطہ کر سکے اس کے تفوق کی سارے عالم پر حکومت ہو۔

تلخیص مضامین

کون سی نماز، نماز ہے؟:

اس تمام مذکور کا حاصل یہ ہے:

(۱) نماز اور اجزائے نماز سے محض خشوع و خضوع و طہارت نفس مقصود ہے۔ یہ چیز ہی حاصل نہ ہو تو وہ نماز بھی مشرکین قریش کی نماز جیسی ہو گی جو انسان کو دوزخ میں لے جانے والی چیز ہے۔

(۲) نماز وہی ہے جو حقیقی معنوں میں ادا کی جائے، ایسی نماز سے انسان کی ہر مشکل آسان ہو سکتی ہے۔

(۳) نماز کی حقیقت یہ ہے کہ وہ فواحش و منکرات سے روکے اور انسان کی زندگی کو پاک و ستھرا بنا سکے جس نماز سے یہ خصوصیت حاصل نہ ہو وہ نماز، نماز ہی نہیں ہے۔

(۴) نماز کی مواظبت سے انسان درست ہوتا ہے۔ خدا کی بارگاہ میں تقرب بڑھتا ہے اور اس درجہ بڑھتا ہے کہ دنیا کی تمام جھوٹی ہستیاں ہیچ نظر آنے لگتی ہیں!

شریعت میں نماز وسطیٰ:

(۵) وہ نماز جو اِن اوصاف کی جامع ہو۔ شریعت کی اصطلاح میں وہی نماز وسطیٰ ہے۔ حدیثوں پر تدبر کرو، جب کسی نماز کا وقت نہ رہا تو یہی شکایت ہوئی کہ نماز وسطیٰ جاتی رہی یعنی اب اتنی گنجائش باقی نہیں کہ تمام حدود و شرائط کے ساتھ یہ نماز ادا کی جاتی۔ جس نماز میں کوئی شان فضیلت دیکھی اسی کو وسطیٰ سمجھ لیا کہ تعلیم صلاۃ میں تخصیص فضیلت صلاۃ وسطیٰ

ہی کے لیے ہے۔

(۶) نمازِ وسطیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ معتدل ہو۔ اسی لیے مغرب وظہر وعشاء وغیرہ نمازوں کو وسطیٰ کہنے لگے تھے۔

(۷) نمازِ وسطیٰ کے لیے دُعائے قنوت مشروط نہیں ہے۔ قنوت، البتہ مشروط ہے جس کے معنی خضوع کے ہیں۔

(۸) نمازِ وسطیٰ کے لیے تمام نمازوں کے وسط میں ہونا ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ اوقات خمسہ کے علاوہ یہ کوئی مستقل وجداگانہ نماز ہو۔

مواظبت نماز:

(۹) نمازِ وسطیٰ کی محافظت لازم ہے نہ اس لیے کہ ایک رسم پوری ہو بلکہ اس لیے کہ ان میں نماز کی مواظبت سے وہ خصوصیت پیدا ہو کہ سارے جہان کو چھالے اور ہر جگہ اسی کی حکومت ہو۔

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ (۲۸:۵-۶)

”جو لوگ ملک میں کمزور ہو گئے، ہم چاہتے ہیں کہ ان پر احسان کریں، ان کو سردار بنائیں، انہیں سلطنت کا وارث ٹھہرائیں، ملک میں ان کا قدم جمائیں اور فرعون اور ہامان اوران کے لشکر کو دکھائیں کہ جس بات کا انہیں خطرہ تھا وہ انہی کمزوروں کے ہاتھ سے ان کے آگے آ گئی۔“

حواشی

۱) رَوَاہُ اَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدُ بْنِ جَرِیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَیْدٍ قَالَ ثَنَا سَلَمَۃُ عَنْ ابْنِ اِسْحَاقَ وَمَا کَانَ صَلَاتُھُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُکَاءً وَّتَصْدِیَۃً قَالَ مَا کَانَ صَلَاتُھُمْ (اِلَخْ)

(۲) تفسیر کبیر، امام رازی، ج۱، ص۔۳۹۸

(۳) ایضاً

(۴) ۲ قرآن کریم ۵:۰،۲:۷۰، ۲۷۷، ۹:۵۔ ۱۱، ۲۲:۱۳، ۱۹:۳۵۔ ۲۶، ۴۲:۳۶، ۵:۶۰، ۲:۲، ۹:۴۳، ۲:۴۰۔ ۷۷۔ ۱۰۴، ۹:۷۷، ۷، ۲۸:، ۱۰:۸۷، ۵۵:۲۴، ۳۰:۳۰، ۸:۵۵، ۲:۶۵، ۲۰:۸۳، اِلٰی غَیْرِ ذَالِکَ مِنْ آیَاتٍ کَثِیْرَۃٍ تَدُلُّ اَنَّ لاَصَلٰوۃَ اِلَّا بِاِقَامَۃِ حُدُوْدِھَا وَشُرُوْطِھَا۔

(۵) اَبُو جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ شَیْرِبْنِ عُمَارَۃَ عَنْ اَبِی رَوْقٍ عَنِ الضَّحَاکِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ قَالَ اِقَامَۃُ الصَّلٰوۃِ (الخ)

۶) اَبُو جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ مُوْسَی الضَرَارِیُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَیْنُ رَتَاقِ اَلْھَمْدَ اِنِیُ عَنْ ابْنِ جَرِیْحٍ عَنْ عِکْرِمَۃَ بْنِ عَمَادٍ عَنْ مُحَمَّدِبْنِ عُبَیْدِبْنِ اَبِی قُدَامَۃَ عَنْ عَبْدِالْعَزِیْزِ بْنِ اِیْمَانٍ عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ (الخ)

۷) اَبُوْ جَعْفَرٌ قَالَ حَدَّثَنَاالْقَاسِمُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَیْنُ قَالَ حَدَّثَنِی حَجَّاجٌ قَالَ قَالَ ابْنِ جریح وَاسْتَعِیْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاۃِ قَالَ اِنَّھُمَا (الخ)

۸) فتح البیان، (طبع مصر) جلد ۷، ص۔ ۲۹۱

۹) ابن کثیر، (علی ہامش الفتح) ج ۷، ص۔ ۲۹۶

۱۰) تفسیر کبیر، ج ۵، ص۔ ۱۶۴

۱۱) ابن جریر، ج ۲، ص۔ ۹۲۔ ۹۳

۱۲) تفسیر کبیر، ج ۵، ص۔ ۱۶۵

۱۳) رَوَاہُ الِامَامُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَ کِیْعُ اَخْبَرَنَا الْاَعْمَشُ، قَالَ اُرٰیٰ اَبَا صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ (صلعم) الخ.....

۱۴) یہ بات یعنی ادائے نماز کا چوری سے روک دینا۔ ناشر

۱۵) رَوَاہُ عَلِیٌّ قَالَ حَدَّثَنَا قَالَ ثَنِیْ مَعَاوِیَۃُ عَنْ عَلِیٍّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلَہٗ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ یَقُوْلُ فِی الصَّلَاۃِ (الخ)

۱۶) اَلْقَاسِمُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَیْنُ قَالَ ثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ ذِکْرِہٖ، وَقَدْنَسِیَ الرَّازِی اسْمَہٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ

۱۷) اَلْقَاسِمُ قَالَ ثَنَا الْحُسَیْنُ قَالَ ثَنَا خَالِدٌ قَالَ قَالَ الْعَلَاءُ بْنُ الْمُسَیَّبِ عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ عَطِیَّۃَ، قَالَ قِیْلَ لِابْنِ مَسْعُوْدٍ (الخ)

۱۸) اَلْحُسَیْنُ قَالَ ثَنَا عَلِیُّ بْنُ ھَاشِمِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ جَوْھَرٍ عَنِ الضَّحَّاکِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ (الخ)

۱۹) عَلِیٌّ عَنْ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ (الخ)
وَبِرِوَایَتِہٖ اُخْرٰی عَنْ یَعْقُوْبَ قَالَ ثَنَا ابْنُ عُلَیَّۃَ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ (الخ)

۲۰) بِشْرٌ قَالَ ثَنَا يَزِيْدُ قَالَ ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ قَتَادَةَ وَالْحَسَنُ قَالَا (الخ)

۲۱) غرائب القرآن، ج ۲، ص-۳۵۶

۲۲) اِبْنُ بَشَّارٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُالْوَهَابِ قَالَ ثَنَا عَوْفٌ عَنْ اَبِى الْمِنْهَالِ عَنْ اَبِى الْعَالِيَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ صَلَّى (الخ)

۲۳) ابن جریر، ج ۲، ص-۳۵

۲۴) يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ ثَنِى هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ يَرْضَاهُ عِنْدَ نَفعٍ (الخ)

۲۵) اَحْمَدُبْنُ اِسْحَاقَ قَالَ اَبُو اَحْمَدَ عَنْ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ سيوين بْنِ عَلُوْقٍ عَنْ اَبِى قُطَيْعَةَ قَالَ (الخ)

۲۶) غرائب القرآن، جلد ۲، ص- ۳۶۳

۲۷) فتح البیان، ج ۱، ص-۳۱۵

۲۸) ایسی مثالوں کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، کیونکہ یہ بات بخوبی اظہر من الشمس ہے۔

۲۹) عَنْ مُوْسٰى قَالَ ثَنَا عَمْرٌو قَالَ ثَنَا اَسْبَاطُ عَنِ السَّدِّىِ فِىْ خَبَرٍ ذَكَرَهُ عَنْ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَقَالَ كُنَّا نَقُوْمُ (الخ)

۳۰) مُوْسٰى قَالَ ثَنَا عَمْرٌو قَالَ ثَنَا اَسْبَاطُ عَنِ السَّدِّىِ فِىْ خَبَرٍ ذَكَرَهُ عَنْ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَقَالَ كُنَّا نَقُوْمُ (الخ)

۳۱) مُسْلِمُ ابْنُ جَنَارَةَ قَالَ ثَنَا ابْنُ اُوَيْسٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ قَالَ فَمِنَ الْقُنُوْتِ طُوْلُ الرُّكُوْعِ (الخ)

۳۲) ابن جریر، ج ۲، ص- ۳۵۴

۳۳) رَوَاہُ اَحْمَد وَاَبُو داود عَنْ عَبَادَۃَبْن الصامت قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتِ (الخ)

۳۴) رَوَاہ الْبُخاری وَمُسْلِم عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃ وَقَالَ اِنَّ رَجُلاً دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ (الخ)

باب نمبر۲

فلسفہ حقیقتِ نماز

نماز کی روحانی یادگاریں

برائیوں سے بچنے کا قلعہ:

نماز روحانیت کا سرچشمہ ہے، ہدایت قلبی کا منبع، نیکی کا مرکز، برکات الٰہیہ کا مہبط اور انسان کو تمام بہیمی قوتوں اور نفسانی جوشوں سے بچانے والی ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (ط)(۲۹:۴۵)

''نماز انسان کو تمام برائیوں سے روک دیتی ہے (کیونکہ اس کی وجہ سے ہمیشہ خدا کے تعلق کا تصور قائم رہتا ہے۔ پس وہ ایک قلعہ ہے جو برائیوں کے لشکر کو اپنے اندر گھسنے نہیں دیتا۔''

ارکانِ نماز، پیداوار جنگ:

لیکن اس قلعہ کے ستونوں کو اس قوم کے سفرِ جہاد و غزوات ہی نے قائم کیا تھا:

کَانَ النَّبِیُّ صَلْعَمْ وَ جُیُوْشُہٗ اِذَا عَلَوَا الثَّنَایَا کَبَّرُوْا وَاِذَا ھَبِطُوْا سَبَّحُوْا، فَوُضِعَتِ الصَّلٰوۃُ عَلٰی ذَالِکَ (۱)

''آنحضرت ﷺ اور مجاہدین کی فوجیں جب پہاڑوں کے اُوپر چڑھتی تھیں تو تکبیر کا غلغلہ بلند کرتی تھیں اور جب اُوپر سے نیچے کی طرف اُترتی تھیں تو سبحان اللہ کا نعرہ مارتی تھیں پس نماز میں قیام و قعود، رکوع و سجود اور تکبیر و تسبیح کو اسی قالب میں ڈھالا گیا۔''

اس سے ظاہر ہوا کہ نماز کے ارکان لڑائی ہی کی بدولت وجود میں آئے، اس لیے نماز

مسلمانوں کی ایک پہلی یادگار ہے۔

صلوٰۃ الخوف:

تمام نمازوں میں "صلوٰۃ الخوف" جہاد کے ساتھ مخصوص ہے جس کے احکام دیگر نمازوں سے مختلف ہیں:

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً (۴:۱۰۲)

"اور جب تم مجاہدین کی صف میں نماز پڑھنا چاہو۔ تو پہلے ایک گروہ تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لے کر شریکِ نماز ہو جائے، جب وہ سجدہ کر چکیں تو پیچھے ہو جائیں تا کہ حفاظت کرتے رہیں۔ اور دوسرا گروہ آئے جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے اور چاہیے کہ نہایت ہوشیاری کے ساتھ مسلح ہو کر تمہارے ساتھ نماز ادا کریں۔ کیونکہ کفار موقع ڈھونڈھ رہے ہیں کہ تم اپنے ہتھیار اور اپنے مال ومتاع سے غافل ہو جاؤ تو دفعتاً تم پر ٹوٹ پڑیں۔"

مجاہدین اسلام نے اپنی اس یادگار کے ذریعہ دنیا کو دکھا دیا کہ خدا کی صداقت کی محافظ قوم دشمن کے مقابلے میں اپنی روحانی یادگاروں کو کیونکر قائم رکھ سکتی ہے؟ جبکہ میدان جنگ میں تمام قومیں فرصت کے لمحوں کو ستانے اور کھانے پینے میں خرچ کرتی ہیں تو مسلمان تلواروں کے سائے کے نیچے اپنی مہلت کی گھڑیاں، صرف اللہ کی عبادت میں صرف کیا کرتے ہیں!

غرضیکہ صلوٰۃ الخوف بھی اسلامی غزوات کی ایک یادگار ہے۔

دو رکعت کی ایک نماز:

اسلام میں دو رکعت کی ایک نماز بھی بطور یادگار کے قائم رکھی گئی ہے۔ جو ایک مظلوم مجاہد (۳۶) کے جوش مذہبی کی یادگار ہے۔ اسلام صبر واستقلال، تقویٰ وطہارت اور خشوع وخضوع کا

ایک قلعہ تھا، جس کو میدان میں کھڑا کیا گیا تھا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (۶۱:۴)

''خدا، ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں اس استقلال کے ساتھ صف بستہ لڑتے ہیں، گویا ایک دیوار ہیں جس کے اندر سیسہ پگھلا کر بھر دیا گیا ہو!''

اس لیے اسلام نے سخت مصیبت کی حالت میں بھی عزم و استقلال کی زندہ امثال یادگار چھوڑی ہیں۔ اس نے فساد کی لڑائیوں کو روکنے کے لیے عدالت کی جتنی لڑائیاں لڑیں، ان کی یادگاروں میں اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ (۲)

واقعہ حبیب انصاری:

ایک بار آنحضرت ﷺ نے فوج کے دس دستے روانہ کیئے اور عاصمؓ بن ثابت انصاری کو ان کا امیر مقرر فرمایا، جب یہ لوگ مقام ہرات میں پہنچے تو قبیلہ بنولحیان کو ان کا پتہ لگ گیا اور اُنہوں نے دوسو قدر انداز ان کے پیچھے روانہ کر دیئے۔ جب عاصم نے دشمن کے مسلح گروہ کو دیکھا تو پہاڑ پر چڑھ گئے۔ دشمنوں نے ہر طرف سے اُنہیں گھیر لیا اور امان دے کر پہاڑ سے اُترنے کی خواہش کی لیکن عاصم نے کہا! ''میں کسی کافر کی امان سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا۔'' اس پر ان لوگوں نے تیروں کی بارش کر دی اور وہ سات آدمیوں کے ساتھ شہید ہو گئے۔

مگر فوج کے تین دستے عہد و میثاق لے کر اُتر آئے ان میں حبیب انصاری اور ابن دشنہ بھی تھے۔ کفار نے کمانوں کی زرہ اتار لی اور اس سے ان لوگوں کو باندھ لیا۔ ان کے ساتھ ایک تیسرا شخص بھی تھا۔ اس نے کہا یہ پہلی عہد شکنی ہے جس سے مجھے قتل وخون کی بو آتی ہے، میں ان کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ ان لوگوں نے جبراً ساتھ لے جانا چاہا مگر اس نے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔ وہ حبیب اور ابن دشنہ کو ساتھ لے گئے اور مکہ میں غلام بنا کر بیچ دیا۔ قبیلہ بنو حارث ابن عامر نے حبیب کو خرید لیا اور چونکہ یہ وہی حبیب تھے جنہوں نے غزوہ بدر میں حارث ابن عامر کو قتل کر دیا تھا اس لیے ان لوگوں نے اس خون کا انتقام لینا چاہا اور ان کو حرم سے باہر قتل کرنے کے لیے لے گئے کہ دارالامن میں قتل ناجائز تھا۔

لیکن حبیب کے عزم و استقلال نے شہادت کے وقت ایک روحانی یادگار قائم کر دی۔ اُنہوں نے دشمنوں سے دو رکعت نماز کی اجازت چاہی کفار نے اجازت دے دی۔ اُنہوں نے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ نماز ادا کی اور کہا کہ اگر تم اس کو جزع و فزع کے لیت و لعل پر محمول نہ کرتے اور یہ بدگمانی نہ ہوتی کہ موت کے وقت میں تاخیر ڈالنے کے لیے بہانہ کرتا ہوں تو میں نماز کو اور زیادہ طول دیتا اور بہت دیر تک اپنے خداوند کے حضور رہتا۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے:

لَسْتُ اُبَالِی حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا

عَلٰی اَیِّ شِقٍ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ

جبکہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاتا ہوں تو مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ خدا کی راہ میں کس پہلو پر جان دوں گا؟

وَ ذَالِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰـہِ وَاِنْ یَّشَآء

یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ

میرا قتل صرف خدا کی راہ میں ہے اور اگر وہ چاہے تو کاٹے ہوئے جوڑوں میں برکت دے سکتا ہے؟

کفار نے ان کو نہایت بے دردی کے ساتھ باندھ کر قتل کر دیا اور اُنہوں نے ان دو رکعتوں کو ہر اس شخص کے لئے بطور ایک زندہ سنت صبر و ثبات کے یادگار چھوڑا جو ایسے ظالمانہ طریقہ سے قتل کیا جائے!

نماز کے اوقات:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا (۷۸:۱۷)

"(اے پیغمبر!) نماز قائم کر، سورج کے ڈھلنے کے وقت سے لے کر رات کے اندھیرے تک (یعنی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کے وقتوں میں) نیز صبح کی تلاوت

قرآن (یعنی صبح کی نماز) بلاشبہ صبح کی تلاوتِ قرآن ایک ایسی تلاوت ہے، جو (خصوصیت کے ساتھ) دیکھی جاتی ہے۔"

اس آیت نے نماز کے اوقات معین کروائے۔ فرمایا:

لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ

"سورج کے ڈھلنے سے لے کر رات کے اندھیرے تک نماز کے اوقات ہیں یعنی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کے اوقات نیز صبح کی تلاوت ہے، یعنی صبح کی نماز۔"

اصلی سرچشمہ طاقت:

سورہ ہود میں فرمایا!

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ، ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰاکِرِیْنَ (۱۱:۱۱۴)

"نماز قائم کرو، اس وقت جب دن شروع ہونے کو ہو۔ نیز اس وقت جب رات کا ابتدائی حصہ گزر رہا ہو۔ یاد رکھو! نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے ان لوگوں کے لیے جو نصیحت پذیر ہیں۔"

نماز کو اس کی ساری حقیقتوں کے ساتھ اس کے تمام وقتوں میں ادا کرو۔ تمہاری طاقت کا اصلی سرچشمہ یہی ہے۔ یہ بڑی نیک عملی ہے اور نیک عملی برائیاں دور کر دیتی ہے۔

نماز تہجد:

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۱۷:۷۹)

"اور (اے پیغمبر!) رات کا کچھ (یعنی پچھلا پہر) شب بیداری میں بسر کر، یہ تیرے لئے ایک مزید عمل ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تجھے ایک ایسے مقام میں پہنچا دے، جو نہایت پسندیدہ مقام ہے۔"

نفل کے معنی کسی ایسی بات کے ہیں جو اصل مطلوب سے زیادہ ہو پس فرمایا:

نَافِلَةً لَّکَ:

''یہ تیرے لئے ایک مزید عمل ہے۔''

رات کا بھی کچھ حصہ جاگنے اور عبادت میں صرف کیا کرو۔ یہ تمہارے لئے عبادت کی مزید زیادتی ہوگی۔

اس آیت میں خطاب اگرچہ پیغمبر اسلام سے ہے۔ لیکن حکم عام ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ شب بیداری کی عبادت یعنی تہجد ایک مزید عبادت ہے اگر بن پڑے۔

مقام محمود:

عَسٰٓی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا (۷۹:۱۷)

''قریب ہے کہ اللہ تجھے ایک ایسے مقام میں پہنچا دے جو نہایت پسندیدہ مقام ہے۔''

(اس) آیت میں مقام محمود سے مقصود ایسا درجہ ہے جس کی عام طور پر ستائش کی جائے۔

فرمایا: تمہارا پروردگار (اس نماز پنجگانہ اور تہجد کی برکت سے) تمہیں ایسے مقام پر پہنچا دے جو عالمگیر اور دائمی ستائش کا مقام ہو۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی۔ جب پیغمبر اسلام کی مکی زندگی کے آخری سال گذر رہے تھے اور مظلومیت اور بے سروسامانی اپنے انتہائی درجوں تک پہنچ چکی تھی حتی کہ مخالف قتل کی تدبیروں سرگرم تھے ایسی حالت میں کون اُمید کر سکتا تھا کہ انہی مظلومیتوں سے فتح و کامرانی پیدا ہوسکتی ہے؟

لیکن وحی الٰہی نے صرف کامرانی ہی کی بشارت نہیں دی۔ کیونکہ فتح و کامرانی کی عظمت کوئی غیر معمولی عظمت نہ تھی۔ بلکہ ایک ایسے مقام تک پہنچنے کی خبر دی جو نوع انسانی کے لیے عظمت و ارتفاع کی سب سے آخری بلندی ہے۔ یعنی:

عَسٰٓی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا (۷۹:۱۷)

''قریب ہے کہ اللہ تجھے ایک ایسے مقام میں پہنچا دے جو نہایت پسندیدہ مقام ہے۔''

حسن وکمال کا ایک ایسا مقام جہاں پہنچ کر محمودیت خلائق کی عالمگیر اور دائمی مرکزیت حاصل ہو جائے گی۔ کوئی عہد ہو کوئی نسل ہو لیکن کروڑوں دلوں میں اس کی ستائش ہوگی۔ اَن گنت زبانوں پر اس کی مدحت طرازی ہوگی۔ محمود یعنی سرتاسر ممدوح ہستی ہو جائے گی۔

مَاشِئْتَ قُلْ فِيهِ ، فَاَنْتَ مُصَدَّقٌ

فَالْحُبُّ يَقْضِيْ وَالْمَحَاسِنُ تَشْهَدُ!

یہ مقام انسانی عظمت کی انتہا ہے اس سے زیادہ اونچی جگہ اولادِ آدم کو نہیں مل سکتی۔ اس سے بڑھ کر انسانی رفعت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ انسان کی سعی و ہمت ہر طرح کی بلندیوں تک اُڑ جا سکتی ہے۔ لیکن یہ بات نہیں پا سکتی کہ روحوں کی ستائش اور دلوں کی مداحی کا مرکز بن جائے۔

سکندر کی ساری فتوحات خود اس کے عہد و ملک کی ستائش اسے نہ دلا سکیں اور نپولین کی جہاں ستانیاں اتنا بھی نہ کر سکیں کہ کورسیکا کے چند غدار باشندوں ہی میں اسے محمود و ممدوح بنا دیتیں جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔

محمودیت اس کو حاصل ہو سکتی ہے جس میں حسن وکمال ہو کیونکہ روحیں حسن ہی سے عشق کر سکتی ہیں۔ اور زبانیں کمال ہی کی ستائش میں کھل سکتی ہیں لیکن حسن و ستائش کی مملکت، وہ مملکت نہیں، جسے شہنشاہوں اور فاتحوں کی تلواریں مسخر کر سکیں!

غور تو کرو، جس وقت سے نوع انسانی کی تاریخ شروع ہوئی ہے نوع انسانی کے دلوں کا احترام اور زبانوں کی ستائش کن انسانوں کے حصے میں آئی ہیں۔؟

شہنشاہوں اور فاتحوں کے حصے میں یا خدا کے ان رسولوں کے حصے میں جنہوں نے جسم و ملک کو نہیں، روح و دل کو فتح کیا تھا؟

یہی مقامِ محمود ہے جس کی خبر ہمیں ایک دوسری آیت میں دی گئی ہے اور خبر کے ساتھ امر بھی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (۵۶:۳۳)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہیں۔ اے پیروانِ دعوت ایمانی! تم بھی آپ ﷺ پر درود بھیجو اور خوب اچھی طرح سلام پڑھو۔''

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام کا ایک مشہد وہ معاملہ ہوگا جو قیامت کے دن پیش آئے گا جبکہ اللہ کی حمد وثناء کا علَم آپ ﷺ بلند کریں گے، اور بلاشبہ محمودیت کا مقام دنیا و آخرت دونوں کے لیے ہے۔ جو ہستی یہاں محمود خلائق ہے، وہاں بھی وہی محمود و ممدوح ہوگی۔

تمکنت فی الارض

اسلامی اقتدار کا مقصد:

سورۂ حج میں واضح کر دیا کہ قرآن کے نزدیک مسلمانوں کے اقتدار و حکومت کا اصلی مقصد کیا تھا؟ فرمایا:

اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (۴۱:۲۲)

''یہ (مظلوم مسلمان) وہ ہیں کہ اگر ہم نے زمین میں انہیں صاحب اقتدار کر دیا (یعنی ان کا حکم چلنے لگا) تو وہ نماز (کا نظم) قائم کریں گے، زکوٰۃ کی ادائیگی میں سرگرم ہوں گے۔ نیکیوں کا حکم دیں گے اور برائیاں روکیں گے۔''

قیام مملکت کی غرض:

ان مسلمانوں کے اگر قدم جم گئے تو یہ کیا کریں گے؟ تمکّن فی الارض کو کن مقاصد کے لیے کام میں لائیں گے؟ اس لیے کہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، نیکی کا حکم دیں، برائیوں سے روکیں اور ظلم و بدعملی کی جگہ عدالت و نیکی کی مملکت قائم ہو جائے۔

اس کے بعد فرمایا:

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (۴۲:۲۲)

''اور (اے پیغمبر) اگر یہ (منکر) تجھے جھٹلائیں تو (یہ کوئی نئی بات نہیں) ان سے پہلے کتنی ہی قومیں اپنے اپنے وقتوں کے رسولوں کو جھٹلا چکی ہیں۔''

یہ انقلاب اُسی سلسلۂ انقلاب کی ایک کڑی ہے جو دنیا میں ہمیشہ برپا ہوتا رہا ہے۔ پس اگر منکرین حق اسے جھٹلائیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ پہلے بھی ہمیشہ ظلم و غرور کے متوالوں نے حق و صداقت کی آوازیں جھٹلائیں ہیں۔

جماعتی اقتدار کی اصلی علامت:

اس بات پر بھی غور کرو کہ یہاں اسلامی اعمال میں سے کسی عمل کا ذکر نہیں کیا۔صرف قیام صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کا ذکر کیا تو اس سے معلوم ہوا، قرآن کے نزدیک مسلمانوں کے جماعتی اقتدار کی اصلی علامت یہی دو عمل ہیں، جس گروہ کا اقتدار ان دو عملوں کے قیام سے خالی ہو، اس کا اقتدار اسلامی اقتدار نہیں سمجھا جائے گا۔

نماز جوہر ایمان ہے:

سورہ مریم میں فرمایا: ان تمام نبیوں نے خدا پرستی اور نیک عملی کی دعوت دی تھی۔ وہ اُن میں سے تھے جن پر خدا کا انعام ہوا اور کامیابیوں کے لیے چن لئے گئے۔لیکن ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے یہ حقیقت ضائع کر دی اور خواہشوں کے پرستار بن گئے۔ان کے نام لیواؤں کے جتنے گروہ ہیں، سب کا یہی حال ہے اور سب کو اپنی بدعملی کا نتیجہ بھگتنا ہے۔

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (۱۹:۵۹)

"لیکن پھر ان کے بعد ایسے ان کے ناخلف جانشین ہوئے، جنہوں نے نماز کی حقیقت کھو دی اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے۔سو قریب ہے کہ ان کی سرکشی ان کے آگے آئے۔"

اس آیت میں پچھلوں کی گمراہی بیان کرتے ہوئے صرف "اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ" فرمایا۔اس سے معلوم ہوا کہ نماز یعنی عبادت جوہرِ ایمان ہے۔اس کی حقیقت گئی تو سب کچھ چلا گیا۔

دراصل ایک خدا پرست اور ایک غیر خدا پرست میں عملی امتیاز اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ پہلا اُس کی بندگی میں لگا رہتا ہے اور اُسی کو پکارتا رہتا ہے۔دوسرا اس سے بے پرواہ رہتا ہے۔اسی لیے دُعا اور عبادت ایمان باللہ کی اصلی علامت ہوئی اور اِسی لیے تمام مذاہب نے اسی عمل پر مذہبی زندگی کی ساری عمارتیں اُٹھائیں۔جونہی یہ عمل بگڑا، مذہبی زندگی کی ساری بنیادیں ہل گئیں۔

کامیابیوں کا راز:

پیغمبر اسلام اور ان کے ساتھیوں سے خطاب ہے:

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ (۶۵:۱۹)

”یعنی دو باتوں میں لگے رہو، ساری ہی کامیابیاں انہی سے ملیں گے، اس کی عبادت کرو اور اس کی راہ میں جتنی بھی مشکلات پیش آئیں، جھیلتے رہو۔“

اصلاح نفس اور انقلاب حال:

صبر اور نماز دو بڑی روحانی قوتیں ہیں، جن سے اصلاح نفس اور انقلاب حال میں مدد لی جاسکتی ہے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝ (۲:۴۵-۴۶)

”اور (دیکھو) صبر اور نماز (کی قوتوں) سے (اپنی اصلاح میں) مدد لو (نفس کی برائیاں کتنی ہی سخت کیوں نہ ہوگئی ہوں، لیکن صبر اور نماز کی روح انہیں مغلوب کرلیگی لیکن (یاد رکھو) نماز ایک ایسا عمل ہے (جو انسان کی راحت طلب طبیعت پر) بہت ہی شاق گزرتا ہے۔ البتہ جن لوگوں کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور سمجھتے ہیں، انہیں اپنے پروردگار سے ملنا اور (بالآخر) اس کے حضور لوٹنا ہے، تو ان پر یہ عمل شاق نہیں گزر سکتا (بلکہ وہ تو اس میں سرتاسر لذت محسوس کرتے ہیں!)“

جماعتی قوت کا استقرار:

نماز اور زکوٰۃ یعنی قلبی اور مالی عبادت کی سرگرمی ایک ایسی حالت ہے جس سے جماعت کی معنوی استعداد نشوونما پاتی ہے جس جماعت میں یہ سرگرمی موجود ہو، نہ تو وہ راہ راست سے برگشتہ ہوسکتی ہے، نہ ہی اس کی جماعتی قوت میں خلل پڑ سکتا ہے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ط وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَاللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ (۲:۱۱۰)

"اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو (تا کہ تمہاری معنوی نشوونما ہو اور تم راہ ایمان میں استوار ہو جاؤ) یاد رکھو، جو کچھ بھی تم اپنے لیے نیکی کا سرمایہ پہلے سے فراہم کر لو گے، اللہ کے پاس اس کے نتائج موجود پاؤ گے۔ (یعنی مستقبل میں اس کے نتائج وثمرات ظاہر ہوں گے) تم جو کچھ بھی کرتے ہوئے، اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔"

تقویت روح:

نماز کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ذکر وفکر سے روح کو تقویت ملتی ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ (۲:۱۵۳)

"اے پیروانِ دعوت ایمانی! صبر اور نماز (کی معنوی قوتوں) سے سہارا پکڑو (یہی وہ قوتیں ہیں، جن کے ذریعہ تم راہ عمل کی مشکلوں اور آزمائشوں سے عہدہ برا ہو سکتے ہو، یقین کرو اللہ، (کی نصرت) صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

جس جماعت میں یہ دونوں قوتیں پیدا ہو جائیں گی، وہ کبھی ناکامیاب نہیں ہو سکتی۔

فتح مندی کا ظہور:

سورہ طٰہٰ میں فرمایا اگر پہلے ہی سے اللہ کا یہ قانون موجود نہ ہوتا کہ انکار و بدعملی کے نتائج اپنے مقررہ وقت اور مقرر حالت کے مطابق ظہور میں آئیں، تو یہ لوگ اپنی سرکشیوں کی وجہ سے کب کے ملزم ہو چکے تھے۔ لیکن یہاں ہر گوشہ میں رحمت الٰہی نے ڈھیل دے رکھی ہے اور ضروری ہے کہ مقررہ وقت کا انتظار کیا جائے۔

لیکن یہ انتظار کس طرح کیا جائے؟ اس طرح کہ تم صبر وصلوٰۃ کی روح سے معمور ہو جاؤ۔ یہی وہ دو عنصر ہیں جن سے ہر طرح کی کامرانی وفتحمندی ڈھل سکتی اور ظہور میں آ سکتی ہے!

وَلَوْلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّکَ لَکَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّی ۝ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا ج

وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی (۲۰:۱۳۰)

"اور (اے پیغمبر!) اگر ایسا نہ ہوتا کہ پہلے سے تیرے پروردگار نے (اس بارے میں) ایک بات ٹھہرا دی ہوتی (یعنی ایک قانون مقرر کر دیا ہوتا) تو اسی گھڑی ان پر (جرم کا) الزام لگ جاتا۔ پس چاہیے کہ ان کی ساری باتوں پر صبر کرو اور اپنے پروردگار کی حمد و ثنا میں لگے رہو۔ صبح کو سورج نکلنے سے پہلے، شام کو سورج ڈوبنے سے پہلے رات کی گھڑیوں میں بھی اور دوپہر کے لگ بھگ بھی۔ بہت ممکن ہے کہ تُو بہت جلد (ظہور نتائج سے) خوشنود ہو جائے۔"

پھر فرمایا:

وَأْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا (۲۰:۱۳۲)

"اور اپنے گھر والوں کو بھی نماز کا حکم دے اور اس پر مضبوطی کے ساتھ جم جاؤ۔"

سعادت کی خوشخبری:

بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوةِ (۲۲:۳۴-۳۵)

"اور (اے پیغمبر!) عاجزی و نیازمندی کرنے والے بندوں کو (کامرانی و سعادت کی) خوشخبری دے دو، ان نیازمندانِ حق کو جن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، تو ان کے دل لرز اُٹھتے ہیں، جو ہر طرح کی مصیبتوں میں صبر کرنے والے ہیں، جو نماز پڑھنے اور اُس کی درستگی میں کوشاں رہتے ہیں"

مومن کی زندگی:

(سورہ مومنون کے نزول کے وقت) مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت مکہ میں پیدا ہوگئی تھی اور دعوتِ حق کے فیضان نے اس کے خصائص اسلامی آشکارا کر دیئے تھے۔ یہ گویا مریضوں کی پہلی جماعت تھی جو اس شفا خانہ سے تندرست ہو کر نکلی۔ اب طبیب ان کی طرف اشارہ کر کے کہہ سکتا تھا کہ جسے میری طبابت میں شک ہو، وہ انہیں دیکھ لے۔ جو طبیب اپنے نسخہ

شفا سے ایسی تندرست روحیں پیدا کر دیتا ہے، وہ طبیب ہے یا نہیں؟

یہ جماعت اپنے خصائص ایمانی اور عمل میں دعوت کی صداقت کی ایک مشہور دلیل بن گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس عہد کی سورتوں میں جابجا اس کے اعمال و خصائص کی طرف اشارات کیئے ہیں۔

قرآن مجید کے نزدیک ایمان وعمل کے مرقع میں سب سے زیادہ نمایاں (چند) خط و خال (بتلائے) ہیں، جس زندگی میں یہ خصائص نہ ہوں، وہ مومن کی زندگی نہیں سمجھی جا سکتی، ان میں سب سے اوّل نمبر نماز کی محافظت اور اس کا خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ o الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (۲۳:۱-۲)

''بلاشبہ ایمان لانے والے کامیاب ہوئے (کون ایمان لانے والے؟) جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع رکھتے ہیں''

''خشوع'' کا پورا مفہوم کسی ایک لفظ میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔ تم کسی باہیبت اور اجلال والے مقام میں کھڑے ہو جاؤ، تو تمہارے ذہن و جسم پر کیسی حالت طاری ہو جائے گی؟ ایسی ہی حالت کو عربی میں خشوع کی حالت کہتے ہیں۔

پھر فرمایا:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (۲۳:۹)

''اور (وہ مومن ایسے ہو گئے ہیں کہ) اپنی نمازوں کی نگہداشت سے غافل نہیں ہوتے۔''

مومن وحی و نبوت کی ہدایت اور علم و یقین کی روشنی اپنے سامنے رکھتا ہے۔ اس لیے فلاح و سعادت کی شاہراہ سے کبھی نہیں بھٹک سکتا۔

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (۶:۷۱-۷۲)

''خدا کی ہدایت تو وہی ہدایت کی حقیقی راہ ہے (جو ہمیشہ سے موجود ہے) اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ رب العالمین کے آگے سر اطاعت جھکا دیں (اس کے سوا کوئی نہیں جو بندگی و نیاز کا

مستحق ہو) نیز ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نماز قائم کرو۔"

سچا مومن:

سچا مومن وہ ہے جس کی روح خدا پرستی سے معمور رہتی ہے، جس کا ایمان گھٹنے کی جگہ برابر بڑھتا رہتا ہے، جو نماز قائم رکھتا اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے کبھی نہیں تھکتا۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ o اَلَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ (۸:۲۔۳)

"مومنوں کی شان تو یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ ہر حال میں اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے جو کچھ دے رکھا ہے اس میں سے ایک حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔"

یہ آیت اس بات میں قاطع ہے کہ قرآن کے نزدیک ایمان ہر حالت میں یکساں نہیں رہتا۔ وہ گھٹتا بھی ہے۔ نفسِ تصدیق کے لحاظ سے سب برابر ہیں، کیفیت و یقین میں تفاوت ہے۔

مایہ ناز تکمیل شعارِ اسلامی:

سورہ حج میں مسلمانوں سے خطاب ہے:

۱) اللہ کی بندگی و نیاز میں سرگرم رہو۔ تمہارے سارے کام خیر و فلاح پر مبنی ہوں۔ اگر حسن عمل کی یہ روح تم میں بس گئی تو پھر تمہارے لیے فلاح ہی فلاح ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ o (۲۲:۷۷)

"مسلمانو! رکوع میں جھکو، سجدے کرو، اپنے پروردگار کی بندگی کرو اور جو کچھ کرو نیکی

کی بات کرو، عجیب نہیں کہ اس طرح بامراد ہو۔"

۲) جہاد فی اللہ تمہاری زندگی کا شعار ہو:

وَجَاهِدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ ط (۲۲:۷۸)

"اور اللہ کی راہ میں جان لڑا دو، اس راہ میں جان لڑا دینے کا جو حق ہے۔ پوری طرح ادا کرو۔"

"جہاد" کے معنی کمال درجہ کوشش کرنے کے ہیں، پس مطلب یہ ہوا کہ زیادہ سے زیادہ کوشش جو ایک انسان کسی مقصد کے لیے کر سکتا ہے، وہ تمہیں اللہ کے لیے کرنی چاہیے کیونکہ تمہاری سعی کا نصب العین اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ کوشش نیت سے بھی، مال سے بھی، ہاتھ پاؤں سے بھی،

۳) اس نے تمہیں برگزیدگی کے لیے چن لیا ہے: هُوَاجْتَبٰكُمْ

۴) اس نے تمہیں دین کی بہتر راہ دکھا دی، اس بہتری کا معیار کیا ہے؟ یہ کہ کسی طرح کی تنگی اور رکاوٹ اس میں نہیں ہے، سب سے زیادہ سہل، سب سے زیادہ سبک، سب سے زیادہ واضح اور سب سے زیادہ فکر و عمل کی وسعت رکھنے والی، حَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا!

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ع (۲۲:۷۸)

"تمہارے لیے دین میں کسی طرح کی تنگی نہیں رکھی۔"

انسان پر فکر و عمل کے ارتقاء کی راہ جس بات نے روک رکھی ہے، وہ یہی دین کی تنگی اور رکاوٹ ہے۔ اس تنگی نے اس طرح انہیں جکڑ بند کر رکھا ہے کہ ایک قدم بھی وسعت و بلندی کی طرف نہیں اٹھا سکے۔ اللہ نے اس جکڑ بندی سے تمہیں نجات دے دی اور یہ اس کا بڑے سے بڑا احسان ہے جو کسی انسانی گروہ پر ہو سکتا ہے۔

۵) یہ تنگیاں جس قدر ہیں، بعد کو پیدا کر لی گئیں۔ اصل دین میں نہ تھیں جو تمہارے بزرگ ابراہیم کا دین تھا۔ اسی دین خالص کی راہ تم پر کھول دی گئی۔

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ ط (۲۲:۷۸)

"وہی طریقہ تمہارا ہوا جو تمہارے باپ ابراہیم کا تھا۔"

٦) اس نے تمہارا نام "مسلم" رکھا کیونکہ دین خالص اوّل دن سے "اسلام" ہی ہے یعنی قوانینِ حق کی اطاعت کا یہی نام پہلے تھا یہی اب ہوا۔

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا (٢٢:٧٨)

"اس نے تمہارا نام مسلم رکھا تھا پچھلے وقتوں میں بھی اور اس قرآن میں بھی۔"

٧) تمہیں اس لیے چنا گیا کہ اللہ کا رسول تمہارے لیے شاہد ہو اور تم تمام انسانوں کے لیے۔ تم اپنا چراغ اس سے روشن کرو گے اور تمہارے چراغ سے تمام دنیا کے چراغ روشن ہو سکیں گے:

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجامی نگری، انجمنے ساختہ اند!

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (٢٢:٧٨)

"اور یہ اس لیے کیا تا کہ رسول تمہارے لیے (حق کا) گواہ ہو (یعنی معلم ہو) اور تم تمام انسانوں کے لیے"

٨) یہ فرض کیونکر انجام پا سکتا ہے؟ اس طرح کہ نماز قائم کرو، زکوٰۃ کا نظام استوار کرو اور اللہ کا سہارا مضبوط پکڑ لو:

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ (٢٢:٧٨)

هُوَ مَوْلٰكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (٢٢:٧٨)

"پس نماز کا نظام قائم کرو، زکوٰۃ کی ادائیگی کا سامان کرو۔ اللہ کا سہارا مضبوط پکڑ لو وہی تمہارا کارساز ہے اور جس کا کارساز اللہ ہو تو وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے اور کیا ہی اچھا مددگار!"

یہاں سے دو باتیں قطعی معلوم ہو گئیں۔

١) ایک یہ کہ دین کی سچائی کی سب سے بڑی کسوٹی یہ ہے کہ اس میں تنگی و رکاوٹ نہ ہو۔

٢) دوسری یہ بات کہ مسلمانوں کے لیے دینی نام صرف مسلمان ہی ہے اس کے سوا جو نام بھی

اختیار کیا جائے گا، وہ اللہ کے ٹھہرائے ہوئے نام کی نفی ہوگا۔

پس مسلمانوں کے مختلف فرقوں، مذہبوں اور طریقوں نے جو طرح طرح کے خود ساختہ نام گھڑ لیے ہیں اور اب انہی سے اپنی پہچان بنانا چاہتے ہیں، وہ صریحاً "سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ" سے انحراف ہے۔

فیصلہ نزاع تارک الصلوٰۃ:

(سورہ توبہ میں) یہ بات قطعی طور پر واضح ہوگئی کہ جس بات کے بعد ایک جماعت مسلمانوں کی جماعت تسلیم کی جاسکتی ہے، وہ یہ ہے کہ زبان سے اسلام کا اقرار کرے اور عمل میں دو باتیں ضرور آجائیں یعنی نماز کی جماعت کا قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی:

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ (۵:۹)

''پھر اگر ایسا ہو کہ وہ باز آجائیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان سے کسی طرح تعرض نہ کیا جائے۔''

اگر یہ دو عملی باتیں ایک جماعت میں مفقود ہیں تو اس کا شمار مسلمانوں میں نہ ہوگا۔

اس اعتبار سے ایک فرد کی حالت میں اور ایک جماعت کی حالت میں جو فرق ہے، اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اگر ایک فرد قیام صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ میں کوتاہی کرتا ہے تو گنہگار ہے لیکن ایک جماعت نے بہ حیثیت جماعت کے ترک کر دیا تو اسلامی زندگی کی بنیادی شناخت کھو دی اور وہ مسلمان نہیں۔

ان چند لفظوں میں تمہیں اس تمام نزاع کا فیصلہ مل سکتا ہے جو تارک الصلوٰۃ کے باب میں چلی آتی ہے، بشرطیکہ غور وفکر سے کام لو۔

منافق کی نماز:

منافقوں کے اعمال وخصائص (میں بتلایا ہے کہ جب) وہ نماز کے لیے کھڑے ہوں گے تو کاہلی کے ساتھ، گویا مارے باندھے کھڑے ہو گئے ہیں۔ دکھاوے کے لیے تھوڑی بہت قرأت جلد جلد کر لیں گے اور نماز پٹک کر الگ ہو جائیں گے۔ خشوع وخضوع اور دل کا لگاؤ، ان

کی نماز میں نہ ہوگا۔

وَاِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی یُرَآءُ وْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ ۖ لَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ

(۱۴۲:۴۔۱۴۳)

''اور جب یہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں (جیسے کوئی مارے باندھے کھڑا ہو جائے) محض لوگوں کو دکھانے کے لیے، نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر برائے نام۔ کفر اور ایمان کے درمیان متردد کھڑے ہیں کہ اِدھر ہیں نا اُدھر، اِن کی طرف ہیں نا اُن کی طرف، (یعنی نہ تو مسلمانوں کی طرف ہیں، نہ مسلمانوں کے دشمنوں کی طرف)''

اخوتِ دین کا قیام نماز سے:

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ ؕ (۹:۱۱)

''بہرحال اگر یہ (لوگ اپنی مشرکانہ روش سے) باز آجائیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں تو (پھر ان کے خلاف تمہارا ہاتھ نہیں اُٹھنا چاہیے) وہ تو اب تمہارے دینی بھائی ہو گئے۔''

تیسرات صلوٰۃ

طہارت:

عبادات اسلامیہ کی آسانیوں میں، تیمم خدا کی دی ہوئی یادگار آسانی ہے، اس کے برکات کا ظہور زیادہ تر سفر میں ہی ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) کا سفر اکثر جہاد ہی کے لیے ہوا کرتا تھا اس لیے سفر ہی میں مسلمانوں کو یہ عطیہ الٰہی بھی دیا گیا۔ چنانچہ ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ سوء اتفاق سے راستے میں ان کا ہار گم ہو گیا آنحضرت ﷺ تمام صحابہ

کے ساتھ اس کے ڈھونڈھنے کے لے ٹھہر گئے۔ لیکن منزل پر دور تک پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ صحابہ نے حضرت صدیق ؓ سے اس کی شکایت کی۔ اُنہوں نے حضرت عائشہ ؓ پر ناراضی ظاہر کی کہ تمہاری ہی غفلت نے تمام قوم کو اس مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے، چنانچہ اسی موقعہ پر آیتِ تیمّم نازل ہوئی اور تمام صحابہ مسرت کے لہجے میں پکار اُٹھے:

مَاهِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِيْ بَكْرٍ (بخاری)

''اے آلِ ابی بکر! یہ کچھ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے!''

نمازِ قصر، افطارِ صوم کی وجہ:

حالت سفر میں قصر اور رمضان میں افطار صوم کی اجازت بھی جہاد ہی کی راہ میں آسانیاں پیدا کرنے کے لیے دی گئی۔ قرآن کریم کی آیات قصر میں صاف طور پر جہاد کے موقع کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ حکم قصر دراصل جہاد کے لیے ہوا تھا۔ (بخاری)

وضو کا حکم نعمتِ خداوندی:

فرمایا، خدا نہیں چاہتا کہ تمہیں کسی طرح کی مشقت اور تنگی میں ڈالے، یعنی وضو کا حکم اس لیے نہیں ہے کہ تمہارے پیچھے بے جا قیدیں لگا دی جائیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ تم میں صفائی اور پاکیزگی پیدا ہو، اور تمہیں طہارت اور شائستگی رکھنے والی جماعت بنا کر تم پر اپنی نعمت ہدایت پوری کر دے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۶:۵)

''مسلمانو! جب تم نماز کے لیے آمادہ ہو تو چاہیے کہ اپنا منہ اور ہاتھ کہنیوں تک

دھولیا کرو اور سر کا مسح کرلو، نیز اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھولو۔ اگر نہانے کی حاجت ہو تو چاہیے کہ (نہا کر) پاک صاف ہو جاؤ۔ اور اگر تم بیمار ہو (اور پانی کا استعمال مضر ہے) یا سفر میں ہو (اور پانی کی جستجو دشوار ہو) یا ایسا ہو کہ تم میں سے کوئی جائے ضرور سے (ہوکر) آیا ہو، یا تم عورت کے پاس رہے ہو اور پانی میسر نہ آئے تو اس حالت میں چاہیے کہ (وضو کی جگہ) پاک مٹی سے کام لو اور (طریقہ اس کا یہ ہے کہ (اپنے منہ اور ہاتھوں پر اس سے مسح کرلو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تمہیں کسی طرح مشقت اور تنگی میں ڈالے، بلکہ چاہتا ہے (اس طرح کے اعمال کے ذریعہ) تمہیں پاک وصاف رکھے۔ نیز یہ کہ (تمہیں ایک شائستہ ترین جماعت بنا کر) تم پر اپنی نعمتِ (ہدایت) پوری کردے تا کہ تم شکر گزار ہو (یعنی اللہ کے قدر شناس ہو)۔"

دوسری جگہ آتا ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (۴:۴۳)

"اور اگر تم بیمار ہو، یا سفر میں، یا تم میں سے کوئی آدمی جائے ضرور سے فارغ ہو کر آئے، یا ایسا ہو کہ تم عورت کے پاس رہے ہو اور (وضو اور غسل کے لیے پانی میسر نہ آئے، تو اس صورت میں چاہیے کہ پاک زمین سے کام لو (طریقہ اس کا یہ ہے کہ زمین پر ہاتھ مار کر (چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرلو۔ بلاشبہ اللہ درگزر کرنیوالا اور بخش دینے والا ہے۔"

یعنی اگر پانی میسر نہ آئے، یا بیماری مانع ہو، تو وضو اور غسل کی جگہ تیمّم کرلو، لیکن کسی حال میں نماز ترک نہ کرو۔

مدارج فرضیت نظام عبادات اسلامیہ

اسرار تقدیم و تاخیر:

اسلام ایک دین قیم ہے۔ ترتیب و نظام اسکی حقیقت میں داخل ہے۔ پس ضرور ہے کہ عبادت کی فرضیت کی تقدیم و تاخیر میں بھی اسرار و علل پوشیدہ ہوں اور تدبر و تفکر سے کام لیا جائے تو فی الحقیقت نماز کی تقدیم اور روزے کی تاخیر میں ایک دقیق اور اہم نکتہ پوشیدہ ہے۔

مجبورانہ تقویٰ:

اگر ہمارے پاس غذائے لطیف نہیں، آب خوشگوار نہیں، زوجۂ جمیلہ نہیں۔ غرض وہ تمام چیزیں نہیں جن کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو ایسی حالت میں ان تمام چیزوں سے منہ موڑ لینا کوئی حقیقی تقویٰ نہ ہوگا بلکہ ایک مجبوری کی شکل ہوگی۔ کیونکہ اگر یہ روزہ نہ رکھیں، جب بھی دن بھر فاقہ ہی سے گزرہوتی ہے پس اگر مکہ میں روزہ فرض کر دیا جاتا تو وہ ایک قسم کا مجبورانہ تقویٰ ہوتا۔

قوتِ ایمانی اور ضبطِ نفس کی دلیل:

لیکن مدینہ کی حالت اس سے مختلف تھی۔ وہاں زمین اپنے خزانے ابل رہی تھی۔ خوبصورت کنیزیں ہر طرف سے آ آ کر جمع ہو رہی تھیں۔

فتوحات کے آغاز نے طرح طرح کی نعمتوں کے انبار لگا دیئے تھے اور آزادی کے احساس نے ان جذبات کو اور بھی مشتعل کر دیا تھا۔ ایسی حالت میں اگر کوئی شخص ان لذائذ طیبہ سے احتراز کرتا تو یہ بے شبہ اس کی قوتِ ایمانی اور ضبطِ نفس کی دلیل ہوتی۔

صبر وتوکل کی آزمائش گاہ:

اسلام درحقیقت صبر وتوکل کی ایک آزمائش اور زہد وتقویٰ کی امتحان گاہ ہے۔ اس لیے صبر وقناعت کے لیے اس نے مسلمانوں کے زہد وتقویٰ کو زور کے ساتھ آزمایا اور ایسے وقت میں آزمایا جبکہ لغزش اور ٹھوکر کے اسباب فراہم ہونا شروع ہو گئے۔

سب سے پہلے نماز فرض ہوئی:

تقدیم زمانی کے لحاظ سے تمام فرائض میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئی۔ ابتداء میں اگر چہ یہ نہایت سادہ ومختصر عبادت تھی۔ تاہم تکبیر وتہلیل اور قرأت سے اس کا پیکر روحانی خالی نہ تھا۔ جب کفر اور مکہ کی فضاء میں قرآن مجید کی نامانوس مگر مقدس آیتیں گونجی تھیں تو کفار اس مختصر عبادت میں بھی رکاوٹ پیدا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر ﷺ کو کفار نے نماز میں قرأت سے صرف اس بناء پر روک دیا تھا کہ اس کا اثر ان کے بال بچوں پر شدت کے ساتھ پڑتا تھا اور انہیں خوف تھا کہ کہیں وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔

روزہ نماز کے بعد فرض ہوا:

لیکن تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز تو پہلے ہی روز فرض کر دی گئی مگر روزہ سنہ ۲ھ میں فرض ہوا۔ جبکہ مال غنیمت سے مدینہ کا دامن بھر گیا تھا اور تکبیر وتہلیل کی صداؤں کو ایک فضائے غیر محدود مل گئی تھی۔

مناسبتِ صلوٰۃ وصیام:

نماز ایک محتسب ہے، جو ہم کو ہر برائی سے بچاتی ہے:

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (۴۵:۲۹)

”حقیقت میں نماز تمام بداخلاقیوں، اور برائیوں سے روکتی ہے۔“

لیکن محض احتساب سے تقویٰ حاصل نہیں ہوسکتا۔ طبیب ہم کو پرہیز بتاتا ہے اور ہم اس کی ہدایت پر عمل نہیں کرتے تو اس کے پرہیز کا اصل مقصد یعنی صحت حاصل نہیں ہوتی۔

نماز کے احتساب کا نتیجہ:

نماز ہم کو تقویٰ کی راہ دکھاتی ہے۔ لیکن روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو ہم کو نماز کے احتساب کا نتیجہ عملی صورت میں دکھا دیتی ہے۔ نماز ہم کو تقویٰ سکھاتی تھی اور ہم نے روزے میں تمام منہیات سے احتراز کر کے تقویٰ حاصل کر لیا۔ پس نماز کا اصلی نتیجہ روزہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نماز کے بعد فرض کیا گیا کیونکہ نتیجہ کبھی اصل علت سے منفک نہیں ہو سکتا۔

زکوٰۃ کا درجہ تیسرا ہے:

روزہ اگرچہ نماز کا عملی نتیجہ ہے، لیکن وہ خود زکوٰۃ کی علت بن جاتا ہے۔ انسان جب روزہ رکھتا ہے تو خود بھوکا پیاسا رہ کر غرباء اور مسکینوں کی بھوک پیاس کا اچھی طرح انداز کر لیتا ہے۔ پس اسے فقراء و مساکین یاد آ جاتے ہیں، جو بارہ مہینے اس تکلیف میں مجبوراً مبتلا رہتے ہیں۔ جس تکلیف کو روزہ دار نے اپنی خوشی سے ایک ماہ کے لیے اختیار کیا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں ان کی اعانت کا حقیقی جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب کبھی کسی بھوکے پیاسے کو دیکھتا ہے تو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیتا ہے کہ اس پر کیسی مصیبت طاری ہے۔

اس لحاظ سے ...... زکوٰۃ عبادت کا تیسرا درجہ ...... ارتقائی نہیں، بلکہ عقلی ہے کیونکہ وہ روزہ کا نتیجہ ہے۔ عبادات کے سلسلہ میں روزہ کا چونکہ دوسرا درجہ تھا، اس لیے اس کے نتیجہ کا تیسرا اثر زکوٰۃ قرار پایا۔

حج، عبادات سہ گانہ کا جامع مرقع:

حج ان تمام عبادات کی جامع ہے۔ اس کے علاوہ اسلام کا آخری فرض ہے۔ نماز بھی اس کا جزو ہے جو خطبہ و جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ وہ روزہ اور زکوٰۃ کا بھی ذریعہ بن سکتا ہے ...... پس وہ اسلام کی عبادات سہ گانہ کا ایک جامع مرقع ہے، جو دنیا کو علی الاعلان دکھلایا جاتا ہے۔

استفتاء نماز باجماعت

شارع کی آسانی:

نمازِ پنجگانہ جماعت کے ساتھ پڑھنا نہایت ضروری ہے۔اس کی نسبت متعدد احادیث منقول ہیں۔ بڑی تاکید اس امر کی ہے کہ جماعت ترک نہ کی جائے۔اہمیت اور ضرورت اس کی اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ بسبب تائید کے علماء دین اس خیال سے کہ مسلمان ثواب سے محروم نہ رہیں، جماعت کے مسائل میں آسانی اور سہولت پیدا کر دی یعنی دس بیس مسلمان موجود ہیں اور وہ کام میں مصروف ہیں، صرف تین آدمی کے جمع ہونے سے جماعت ہوگئی، اور پھر دو شخص بھی شامل ہو کر نماز پڑھ لیں تو جماعت کا ثواب مل گیا۔حضرت شارع علیہ السلام نے جس قدر اہمیت اور ضرورت اس کی پیش نظر رکھی تھی، وہ ان مبارک تاکیدات سے ظاہر ہے جو احادیث میں موجود ہیں۔

شخصی رائے:

اگر مجھے رائے دینے کا موقع ہوتا تو میں ضرور یہ کہتا کہ جس مقام پر پندرہ بیس مسلمان ہوں اور وہ کسی دوسرے کام میں مصروف ہوں، اذان کے ساتھ ہی نہ آئیں اور اپنے کاروبار میں لگے رہیں تو ایسے موقع پر تین شخصوں سے جماعت نہیں ہوتی بلکہ سب کو جمع ہو کر نماز ادا کرنی چاہیے، جو لوگ پہلے سے تیار ہوں، اس مبارک اور مفید سنت کے ادا کرنے کی غرض سے دوسروں کے آنے کا قدرے انتظار کر لیں۔اس زمانہ میں تو فی صد پانچ آدمی بھی نماز ادا نہیں کرتے ہیں، جماعت کجا۔

ہر مسلمان کے لیے یہ لازمی گردانا جائے کہ جس قدر آدمی اس کے مکان میں ہوں، ان کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرے اور اس قدر سختی سے پابندی ہونی چاہیے کہ بلا عذر شرعی کوئی نہ چھوٹے۔

پابندی جماعت اور میرِ محلّہ:

جس طرح ہر شخص کو اپنے مکان کی حد تک جماعت کی پابندی لازم ہوگی، اسی طرح اگر شہر ہے تو اہل محلّہ کے لیے بھی پانچوں وقت محلّہ کی مسجد میں جمع ہو کر نماز ادا کرنے کی پابندی ہونی چاہیے۔ اگر کاروبار دنیوی کا لحاظ کیا جائے تو محلے کی مسجد کے متعلق چند نمازوں کی رعایت دی جائے مگر جہاں لوگ اپنا کام کرتے ہوں، جہاں پہ وہ نوکر ہوں، وہاں جس قدر لوگ ہوں، ان سب کو جماعت کی پابندی کرنی چاہیے۔

نماز کمیٹیوں کا تقرر:

ان اُمور کی پابندی و نگرانی کے لیے اگر شہر ہو تو دو شخص میرِ محلّہ مقرر ہوں، اگر کوئی کارخانہ یا مل ہے تو دو چار شخص لیڈر مقرر ہوں اور وہ نماز با جماعت کی پابندی کرائیں۔ اسی طرح اب اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ بجائے اس کے کہ ہر محلّہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی جائے اور محلّہ کے مسلمان جمع ہوں اگر قصبہ ہے، آبادی کم ہے تو ایک ہی مسجد جامع میں جمعہ ادا کریں۔ شہر ہے، آبادی زیادہ ہے تو چار یا تین مساجد جمعہ کی نماز کے لیے منتخب کی جائیں۔ انتخاب کے لیے ہر محلّہ کے میرِ محلّہ اور شہر یا قصبہ کے قاضی و خطیب کی کمیٹی بنائی جائے اور ان کی رائے سے بلحاظ آبادی و ضرورت و فاصلہ مساجد منتخب کی جائیں اور اس کی پابندی میں سرِ مُو فرق نہ ہو۔

طریقہ سلف کا لحاظ:

سلف کے مسلمانوں میں انہیں جماعتوں کے اندر جملہ اُمورِ سنگین طے ہوا کرتے تھے۔ ہر مسلمان کو رائے دینے کا موقع ملتا تھا۔ مسلمانوں میں جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ہیں، وہ بلائے جائیں لیکن ان پر سختی نہ کی جائے بلکہ نہایت نرمی سے بتلایا جائے کہ نماز پڑھیں اور جماعت کے ساتھ پڑھیں۔ یقین ہے کہ جس قدر مسلمان ہوں گے، سب شریک ہو جائیں گے۔ اس کی فضیلت اور اہمیت صاحبانِ تفکر سے پوشیدہ نہیں۔

فرائض محلّہ اور صدر کمیٹی:

میں نے اس کی بناڈال دی ہے، ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس میں جس قدر کامیابی ہو اس کی فہرست مرتب کر رکھے۔ فہرست میں ہر مسلم کے دستخط لے رکھیں۔ میرِ محلّہ اپنا فرض ادا کریں اور صدر کمیٹی کے لوگ اپنا فرض ادا کریں۔ اس طریقہ سے ہر مقام کے لیے ایک معقول جماعت مرتب ہو جائے گی۔ ضرورت کے وقت بھی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دست و بازو بن جائیں گے اور اس طرح وہ جو کام کریں گے نہایت عمدگی سے انجام دیں گے اور نماز نہایت شاندار طریقہ سے ادا ہوا کرے گی...... (م-ع)

جواب فتویٰ اور تائید مولانا:

• "جَزَاكُمُ اللهُ. زَادَنَا اللهُ وَإِيَّاكُمْ حَمِيَّةُ الْإِسْلَامِ" مسئلہ نماز، پابندیٔ جماعت و شرکت اوقات خمسہ مساجد، ایک اہم ترین اور مقدم ترین مسائل وقت میں سے ہے اور اس کا عملی طریق پر انتظام، اقدام والتزام اسلامی حکومت اور مسلمانوں کی اوّلین ذمہ داری ہے۔

مسلمانوں کا قدرتی انجمن سے تغافل:

فرضیت صلوٰۃ خمسہ کے ساتھ التزام جماعت بھی فی الحقیقت فرض، واز جملہ اسرار و مصالح فرضیت صلوٰۃ ہے۔ یہ ہماری سب سے بڑی بدبختی ہے کہ باہمی اتحاد و تعاون کلمہ کے لیے نئی نئی انجمنیں بناتے ہیں مگر اپنی قدرتی انجمنوں کو بھول گئے ہیں، آج مسلمانوں کے لیے کسی کام میں تاسیس و ایجاد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف تجدید و احیاء امور و احکام کی۔ ہمارے لیے کچھ ضرورت نہیں ہے کہ نئے گھروں کی تعمیر کے لیے مضطرب الحال ہوں، بلکہ ضرورت صرف اس کی ہے کہ اپنے اجڑے ہوئے گھروں کو آباد کریں۔ یہی اصولی اختلاف ہے جو اس عاجز کے اُصولِ عمل اور ابنائے مصر کے طریقِ کار میں ہے، اور غور کیجئے تو یہ ایک بہت بڑا نکتہ تھا جس کو میں نے سرسری طور پر عرض کر دیا.....

خطباتِ جمعہ وعیدین

رشد وہدایت کا دائمی ذریعہ:

جمعہ کا اجتماع اور حکمِ خطبہ مسلمانوں کی فلاحِ دارین کا وسیلہ عظمٰی تھا اس سے مقصد یہ تھا کہ ہفتے میں ایک بار لوگوں کو ان کی حالت اور ضرورت کے مطابق ہدایت وارشاد کی دعوت دی جائے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ایک دائمی ذریعہ ہو۔

خلفاء سلاطین سلف کا معمول:

خطبہ دراصل ایک وعظ تھا جیسا کہ وعظ ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد خلفائے راشدین اور صحابہ کا بھی یہی حال رہا اور تمام عربی حکومتیں جو اس کے بعد قائم ہوئیں، ان میں بھی خلفاء سلاطین کو مساجد کے منبروں پر وعظ کرتے ہوئے تاریخ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ حقیقتِ خطبہ کے لیے کتبِ صحاح کے ابوابِ متعلقِ جمعہ کی احادیث دیکھنی چاہئیں۔

اعمال اسلامی کی حقیقت سلبی:

لیکن ہماری اصلی مصیبت ہمارے حالات نہیں بلکہ نتائج ہیں جن کا اصلی منبع ہمارے اعمال کی تحریف ونسخ میں ہے کہ وہی حقیقی علل واسباب ہیں۔ شخصی حکومتوں کے قیام، عجمی سلاطین کی کثرت، سنت خلفاء راشدین کے ضیاع اور جہل وغفلت کے استیلاء نے ہر اسلامی عمل کو ایک لباس ظاہر دے کر اس کی روح حقیقت سلب کر لی ہے، خطبۂ جمعہ اور عیدین ونکاح کا بھی یہی حال ہے۔

سب سے بڑا قاری کون؟

اب خطبے کے معنی یہ رہ گئے ہیں کہ عربی زبان میں ایک چھپی ہوئی کتاب، جو بازار سے خرید لی جائے اور "اَلْفُ لَیْـلَـــۃُ" کی طرح اس میں سے ایک خطبہ غلط سلط پڑھ کر سنا دیا جائے، آواز بشدت کریہہ ہو اور لب ولہجہ میں عربیت پیدا کرنے کے لیے ہر جگہ تـفـخـیـم وثقالت سے کام لیا جائے، بعض لوگ قرآن شریف کی حاصل کردہ قرأت کو اس میں بھی صرف کرتے ہیں۔ پھر جو شخص ہر لفظ کے آخری حروف کو پوری سانس میں کھینچ کر پڑھ دے وہ سب سے بڑا قاری ہے۔!

خطیب وسامعین کی حقیقت ناشناسی:

بسا اوقات غریب پڑھنے والا یہ بھی نہیں جانتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں؟ "اَلْفُ لَیْلَۃٌ" کا افسانہ ہے۔ فلیوبی کی کوئی حکایت ہے، یا ارشاد و ہدایتِ امت کا وہ عظیم و جلیل عملِ اقدس جو رسول ﷺ کے منبر پر کھڑے ہو کر مجھ کو انجام دینا پڑتا ہے؟ پھر سننے والوں کی مصیبت کا کیا پوچھنا؟ کوئی اونگھتا ہے کوئی اپنے ساتھیوں سے صبح کے بازار کا بھاؤ پوچھتا ہے!

تحقیر وتذلیل اعمال دین:

یہ تمسخر انگیز تذلیل وتحقیر ہے، اس مذہب عظیم کے اعمال دینیہ کی جس کے داعی اوّل نے اپنے خطبات ومواعظ سے ایک بادیہ نشین قوم کو روم وایران کے تمدن کا مالک بنا دیا تھا!

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۹:۷۰)

"اور ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا تھا کہ اللہ ان پر ظلم کرتا مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔"

علماءصوفیا کا ماتم:

یقین کرو کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی ذلت و ہلاکت پر ماتم کیا تو شریعت موسوی کے احکام واعمال کا بعینہ یہی حال تھا، جو آج تم نے خدا کی شریعت کا بنا رکھا ہے۔ مسیح علیہ السلام اگر ان قدوسیوں اور صدوقیوں پر روتے تھے جو اگرچہ بڑی بڑی آستینوں کے جبے پہنتے، ہر وقت دُعائیں مانگتے اور بڑی بڑی مہیب تسبیحیں اپنے ہاتھوں میں رکھتے تھے، مگر شریعت کے حکموں کو انہوں نے مسخ اور اعمالِ صالح کو بے اثر کر دیا تھا تو ہمیں بھی اپنے عالموں اور صوفیوں پر ماتم کرنا چاہیے جو ان کی طرح یہ سب کچھ کرتے ہیں لیکن انہی کی طرح حقیقت سے بھی خالی ہیں۔!

معیارِ خطبہ بنزدیک مولانا:

میں سرے سے ہی اس امر کا عدو و دشمن ہوں کہ خطبے لکھے ہوئے پڑھے جائیں۔ یہ ایک بدعت ہے جس کا نہ تو قرون مشہود بالخیر میں ثبوت ملتا ہے اور نہ علت حکم اس کی موئد۔ خطبہ ایک وعظ ہے۔ پس مسجدوں میں ایسے خطیب ہونے چاہئیں جن کو یہ قابلیت حاصل ہو کہ جمعہ کے خطبے

کے لیے تیار ہو کر آئیں اور زبانی مثل مواعظ کے وعظ کہیں۔ ضروری ہے کہ قوم کی موجودہ حالت ان کے پیش نظر ہو۔ جو بیماریاں آج ہمیں لاحق ہیں، انہی کا علاج بتلائیں نہ کہ ان کا جواب جو آج سے پانچ سو برس پہلے تھیں۔

ناموزونیت اور تغلیط:

جو خطبات عربیہ آج کل رائج ہیں، میں نے ان سب کو پڑھا ہے۔ وہ تو اس وقت کے لیے بھی موزوں نہ تھے جس وقت کے لیے لکھے گئے تھے۔ پھر آج کل کی حالت کا کیا ذکر؟

خطبہ کا یہ مطلب کس نے بتلایا ہے کہ صرف جمعہ وعیدین کے چند مسائل بیان کر دیئے جائیں اور کہہ دیا جائے کہ ایک دن مرنا ہے، پس ڈرو اور موت کو یاد کرو؟ بے شک موت کو یاد کرنے سے بڑھ کر انسان کے لیے کوئی نصیحت نہیں ہو سکتی۔

کَفَاکَ بِالْمَوْتِ وَاعِظًا یَا عُمَرُ!

لیکن صرف یہ کہہ دینا، لوگوں کو ڈرانے کے لیے کافی نہیں ہے۔ موت کی یاد کے ساتھ ان کو اس زندگی کا طریقہ بھی بتلانا چاہیے، جو تذکرہ آخرت کے ساتھ مل کر انسانوں کو دونوں جہانوں میں نجات دلا سکتی ہے۔

بڑا مسئلہ زبان کا ہے اور ضروری ہے کہ ایک مختصر سے خطبہ ماثورہ عربیہ کے بعد وعظ اسی زبان میں ہو، جو سامعین کی زبان ہے، ورنہ سمجھ میں نہیں آتا بلکہ اس سے حاصل کیا۔؟

شرعی حیثیت خطبہ:

شریعت نے کیسی عمدہ مصلحت اس میں رکھی ہے کہ جمعہ کے خطبے کو نماز فرض کا قائم مقام قرار دیا اور اس کی سماعت کو فرض بتلایا۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دونوں خطبوں کا سماع واجب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف پہلے کا۔ اس وقت نماز پڑھنا بھی جائز نہیں۔

ماتم عقل وفکر:

اس سے مقصود یہی تھا کہ لوگ عمل عبادت کی طرح نصائح و ہدایت کو بھی سنیں۔ پھر ان نصائح کو ایسا اہم ہونا چاہیے کہ مصروفیت نماز سے بھی اقدم وانفع ہوں۔ کیا یہ خطبات جو آج کل دیئے جاتے ہیں یا اٹک اٹک کر پڑھے جاتے ہیں اور لوگ بیٹھے ہوئے اونگھتے رہتے ہیں، یہی وہ

مواعظ ہیں، جن کی سماعت فرض اور ان کی موجودگی میں نماز تک ممنوع ہے؟

فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ؟ (۲۶:۸۱)

''پس تم لوگ کہاں بہکے جاتے ہو۔''

عقل و شریعت کے لیے ماتم ہے کہ موجود علماء خود اس طریق کے عامل اور اس پر پوری طرح قانع ہیں!

فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا (۷۸:۴)

''پھر (افسوس اُن لوگوں کی حالت پر) ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات ہو، یہ سمجھ بوجھ کے قریب بھی نہیں پھٹکتے!''

امامت مساجد اور ذریعہ معاش:

بڑی مصیبت یہ ہے کہ مساجد کی امامت عموماً جہلا کے ہاتھوں میں ہے اور یہ کام ایک ذریعہ معاش بن گیا ہے۔ وہ بیچارے کہاں سے ایسی قابلیت لائیں کہ برجستہ خطبہ دیں اور اس کی تمام شرائط کو پورا کریں۔

اصلاح حال مسلمانان:

خطبہ کے معنی تو یہ ہیں کہ نہ صرف عام حالت کی اس میں رعایت کی جائے بلکہ گزشتہ جمعہ کے بعد جو نئے حالات و حوادث دنیا میں گزر رہے ہیں اور ان کی بناء پر مسلمانوں کو جو کچھ تعلیم کرنا ضروری ہے، اس کی بھی رعایت اس میں ملحوظ رہے...... مسلمانوں کی تعلیم، ان کی سیاسی حالت، ان کے اخلاق و اعمال، ان کی ضروریات حالیہ، اگر مساجد کی تعلیم سے درست نہ ہوں گی تو کیا وائی۔ ایم۔ سی۔ اے پر یچنگ ہالوں میں ان کو ڈھونڈھا جائے؟ اگر یہ سلسلہ درست ہو جائے تو پھر نہ انجمنوں کی ضرورت اور نہ کسی مرکزی کانفرنس کی نہ لوکل کمیٹیوں کی اور نہ مسلم لیگ کی شاخوں کی۔

مولانا اور ارباب عمل کا فرق:

میں نے ایک بار کہا تھا کہ میرے فکر و نظر اور آج کل کے کاموں میں ایک بڑا اُصولی فرق یہ ہے کہ وہ راہ تاسیس اختیار کرتے ہیں اور میں صرف تجدید و احیاء کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ یہ

بحث بھی اسی کی ایک مثال ہے۔

ضرورت وقتیہ کا تقاضا:

اس کام کے لیے:

(۱) ضرورت ہے علماء حق کی بیداری اور اداء فرض کی۔

(۲) ضرورت ہے تمام آئمہ مساجدِ ہند کے حالات کی تفتیش و تحقیق کے لیے ایک باقاعدہ صیغہ کی۔

(۳) ضرورت ہے ایک مدرسہ کی اور ایک خاص نصاب تعلیم کی جس میں سے مساجد کے پیش امام و خطباء تیار ہو کر نکلیں، لیکن:

تن ہمہ داغدار شد، پنبہ کجا کجا نہی

عبارت اور مطالب خطبہ:

خطبہ کی عبارت نہایت موثر ہونی چاہیے، تاکہ دلوں کو کھینچ لے اور سامع کو اس کا ذوق دوسری طرف متوجہ نہ ہونے دے...... اصل شے تو مطب ہی........ ہے۔ اس میں مسلمانوں کے تمام موجود امراضِ ملّی و اجتماعی کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اور ان چیزوں اور شریعت کے ان حکموں پر زور دینا چاہیے جن کے ترک نے مسلمانوں کو فلاحِ کونین سے آج محروم کر دیا ہے۔

نماز عیدین:

یہ عجیب بات ہے کہ نماز عیدین کے متعلق اصل حکم، سنت نبوی ﷺ اور علم رسم، تینوں باتیں اس کی موئد ہیں کہ شہر سے باہر کسی میدان یا صحرا میں ایک ہی جماعت کے ساتھ ادا کی جائیں، مگر بعض شہروں میں عید، مسجدوں کے اندر پڑھنے کا رواج ہو گیا ہے۔ اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کی اجتماعی قوت و وحدت کو نقصان عظیم پہنچ رہا ہے...... لیکن بدقسمتی سے مسجدوں میں عیدین نماز پڑھنے کی رسم اس طرح پڑ گئی ہے کہ جب کبھی لوگوں کو اس طرف توجہ دلائی گئی تو بہت کم لوگ ایسے نکلے جنہوں نے اس سنت اصلی کے احیاء کو ضروری سمجھا ہو۔

باب نمبر ۳

نمازِ قصر بحالتِ امن وراحت

استفتاء اور جواب مولانا

یک عالم کا استنباط:

ایک مستند اور بزرگ عالم نے نماز قصر کے متعلق فرمایا کہ ریل کے سفر میں قصر کرنا جائز نہیں کیونکہ قصر کا حکم اس وقت ہوا جبکہ خوف و جنگ اور شدائد و تکالیف کے ساتھ سفر ہوتا تھا۔ اب ریل کے سفر میں وہ حالت کہاں باقی رہی ہے۔؟

سنت قصر کے خلاف استدلال:

اس کی نسبت احقر نے جناب سے استفسار کیا تھا، جناب نے ارقام فرمایا کہ احادیث صحیح سے قصر کرنا ہر حال میں ثابت ہے، چنانچہ میں نے اسے بیان کیا۔ لیکن اس کے جواب میں اُنہوں نے کہا کہ احادیث میں تو اختلاف ہے، حضرت عثمان ؓ اور حضرت عائشہ ؓ کی نسبت ثابت ہے کہ وہ قصر نہیں کیا کرتے تھے۔ اتنے بڑے جلیل القدر اصحاب نے جب قصر نہیں کیا تو پھر کیوں کر سنت ہوسکتا ہے۔؟

ازالہ حیثیت عرفی مولانا:

میں نے آپ کا حوالہ دیا تو اُنہوں نے کہا کہ انہیں حدیث کی کچھ خبر نہیں وہ اس بحث سے واقف ہی نہیں ہیں۔ ان کے مقابلے میں ایک اور عالم مصر ہیں کہ قصر کرنا واجب ہے اور ثابت ہے۔ اب احقر نیز یہاں کے مسلمان حیران ہیں کہ کیا کریں؟

اُمید ہے کہ جناب میری تشفی فرمادیں گے اور خط کی جگہ الہلال میں مفصل بحث کریں گے۔

احقر العباد۔ احمد علی

جواب:۔

جواب کو چند دفعات میں عرض کروں گا۔

تفصیل حکم قصر

سفر وخوف کی حالت:

سفر کی حالت میں قصر کرنے، اور جنگ کی حالت میں خاص طریقہ پر نماز ادا کرنے کا حکم جسے "صلوٰۃ خوف" کہتے ہیں۔ نیز اس بات کا حکم کہ نماز اوقات کی تقسیم اور پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں سفر اور خوف کے وقت نماز کے قصر کرنے کا حکم سورہ نساء میں بہ تصریح موجود ہے۔

وَاِذَ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَّ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنَّ الْکَافِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا (۴:۱۰۱)

"اور مسلمانو: جب تم جہاد کے لیے سفر کرو اور تم کو خوف ہو کہ نماز پڑھنے میں کافر حملہ کر بیٹھیں گے تو تم پر کچھ گناہ نہیں اگر نماز میں سے کچھ گھٹا دیا کرو بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔"

بحالتِ جنگ وخوف:

پھر اس کے بعد جنگ اور خوف کی حالت کے متعلق بہ تفصیل فرمایا۔

وَاِذَا کُنْتَ فِیْھِمْ فَاَقَمْتَ لَھُمُ الصَّلٰوۃَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَۃٌ مِنْھُمْ مَّعَکَ وَلْیَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَھُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَکُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِکُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَۃٌ اُخْرٰی لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَکَ وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَ ھُمْ وَاَسْلِحَتَھُمْ (۴:۱۰۲)

"اور اے پیغمبر! جب تم فوج کے ساتھ ہو اور نماز پڑھنے لگو تو اس ترتیب سے نماز پڑھی جائے۔ پہلے ایک جماعت تمہارے ساتھ کھڑی ہو اور اپنے ہتھیار لئے

رہے، جب وہ سجدہ کر چکیں، تو پیچھے ہٹ جائیں اور دوسری جماعت جواب تک شریک نماز نہیں ہوئی تھی، آگے بڑھ کر تمہارے ساتھ شریک ہو جائے اور ہوشیار رہے۔ نیز اپنے اسلحہ بھی لئے رہے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر اور خوف دونوں حالتوں میں نماز کو گھٹا کر یعنی قصر کر کے پڑھنا چاہیے۔

سفر سے مراد:

سفر کی تصریح "وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ" میں موجود ہے لیکن چونکہ اس کے بعد حالت خوف و جنگ کا ذکر کیا گیا ہے، اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں سفر سے مقصود خاص وہی سفر ہوگا جو جہاد و قتالِ کفار کی غرض سے کیا جائے۔

سجدہ سے مراد:

اس آیت سے ضمناً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قصر کی حالت میں دو رکعتیں پڑھنی چاہییں، کیونکہ فرمایا کہ ایک جماعت جب سجدہ کر چکے تو ہٹ جائے اور دوسری جماعت آ کر پڑھے ایک سجدہ سے مقصود ایک رکعت ہی ہوگی۔

اصل نماز:

نماز کا جب حکم ہوا تو صرف دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ ہجرت تک آنحضرت ﷺ نمازِ مغرب کے سوا اور تمام نمازیں دو رکعت پڑھتے تھے۔ ہجرت کے بعد چار رکعت قرار دی گئی۔ پس چونکہ اصل نماز کی دو رکعت تھی، اور اصل کسی حالت میں بھی ساقط نہیں ہو سکتی۔ اس لیے جنگ اور خوف کے وقت بھی وہ قائم رہی۔

تردید بحالتِ قیام:

چنانچہ عروہ بن زبیر کی روایت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول مشہور ہے:

فُرِضَتِ الصَّلٰوۃُ رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأُقِرَّتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ وَ زِیْدَ فِی صَلٰوۃِ الْحَضَرِ (۳۷)

''نماز دراصل دو دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھی۔ لیکن اس کے بعد وہ سفر کی حالت میں قرار پائی اور قیام کی حالت میں زیادہ ہوگئی۔''

غلط استنباط:

معلوم ہوتا ہے کہ جس بزرگ نے آپ سے نمازِ قصر کی نسبت کہا ہے ان کی نظر صرف اس آیت ہی کی طرف ہے اور بلاشبہ یہ درست ہے کہ قصر کا حکم جنگ اور خوف ہی کی وجہ سے ہوا کیونکہ لڑائی کے عالم میں زیادہ عرصے تک نماز میں مصروف رہنا ہوشیاری اور حفاظت کے خلاف تھا۔

لیکن جو نتیجہ اُنہوں نے اس سے نکالا ہے، وہ کسی طرح صحیح نہیں۔

حکم قصر اور اس کی تعمیم:

نماز قصر کا حکم جنگ ہی کی وجہ سے دیا گیا تھا۔ پھر ہر طرح کے سفر کے لیے عام ہو گیا۔ سنت اور تعامل سے معلوم ہو چکا ہے کہ قصر سے مقصود چار کی جگہ دو رکعت پڑھنا ہے اگر نماز چار رکعت سے کم ہو تو اس میں قصر نہیں۔

اگر جنگ کی حالت میں قصر نماز بھی بہ اطمینان نہیں پڑھ سکتے یا جنگ جاری رہے اور نماز کا وقت آ گیا تو پھر اس طریقہ پر ادا کرو، جس کی ترکیب بتلا دی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز مسلمانوں کے لیے ایک ایسا عمل ہے جس سے کسی حال میں بھی غفلت جائز نہیں حتیٰ کہ عین جنگ کی حالت میں بھی۔

اگر حالت ایسی ہو کہ کسی طرح نماز ادا نہ کی جا سکے تو پھر قضا کرنی چاہیے۔ جیسا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے غزوہ خندق میں کیا تھا (صحیحین)

آخر میں فرمایا، نماز بقید وقت فرض کی گئی ہے۔

فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (۴:۱۰۳)

”پھر جب ایسا ہو کہ تم (دشمن کی طرف سے) مطمئن ہو جاؤ (معمول کے مطابق) نماز قائم کرو۔ بلاشبہ نماز مسلمانوں پر بہ قید وقت فرض کر دی گئی ہے۔“

سنت ثابتہ اور آثار صحیحہ

اُسوہ نبوی ﷺ:

بلاشبہ اس آیت میں جنگ اور خوف کی حالت کا ذکر اور حکم ہے، لیکن یہ بھی بالکل قطعی اور یقینی طور پر احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ سفر کی حالت میں نماز قصر پڑھی گو وہ سفر امن بغیر جنگ ہی کہ ہو کبھی بھی چار رکعت پڑھنا ان سے ثابت نہیں۔

اسوہ خلفاء اربعہ و صحابہ:

اسی طرح خلفاء اربعہ کی نسبت بھی ثابت ہے کہ اُنہوں نے ہمیشہ اور ہر طرح کے سفر میں قصر کیا اور یہ امر اس درجہ حدِّ تواتر و شہرت تک پہنچا ہوا ہے، اور صدر اوّل و عہد صحابہ کا تعامل اس درجہ متیقن ہے کہ اس سے انکار کرنا کسی طرح ممکن نہیں اور جس شخص نے ایک نظر بھی کتب حدیث پر ڈالی، وہ اس کی کبھی جرأت نہیں کر سکتا۔

شواہد حدیث و فقہ:

صحاح ستہ کے یہی ابواب صلوٰۃ میرے سامنے ہیں اور اس کے شواہد کثیرہ سے لبریز ہیں۔ پھر قولِ جمہور بھی اس کا موئد ہے اور تمام آئمہ وفقہا کا بھی یہی مذہب ہے۔ میں کتنی حدیثیں نقل کروں گا اور ایک صریح اور مسلّم بات کے لیے دلیل تلاش کرنے سے کیا فائدہ؟ حضرت انسؓ ہی کی روایت اس بارے میں کافی ہے، اگر وہ حدیث کے طالب ہیں، فرمایا:

خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ قُلْتُ اَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا؟ قَالَ اَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا (۴۸)

''ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے وہ برابر دو دو رکعت نماز پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ مکہ میں قیام کر کے پھر مدینہ واپس پہنچ گئے (یعنی مدینہ آنے تک یہی حالت رہی۔ یحییٰ بن ابی اسحاق راوی نے پوچھا کہ مکہ میں کچھ قیام بھی) کیا تھا؟ کہا کہ ہاں ایک عشرہ''

عمل صحابہ وآئمہ اربعہ:

صرف صحیحین ہی کو اُٹھا کر دیکھ لیجئے، خلفاء اربعہ اور تمام اجلّہ صحابہ کا ہمیشہ ایک ہی عمل اسی پر رہا۔

مسلم میں بروایت مجاہد حضرت ابن عباس کا قول صاف صاف موجود ہے:

فَرَضَ اللّٰہُ الصَّلٰوۃَ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکُمْ فِی الْحَضَرِ اَرْبَعًا وَ فِی السَّفَرِ رَکْعَتَیْنِ وَفِی الْخَوْفِ رَکْعَۃً (۳۹)

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کی زبانی تم پر نماز فرض کی ہے، حضر میں چار رکعت سفر میں دو رکعت اور خوف کے وقت صرف ایک رکعت۔''

حکمت بقاءِ حکم قصر مع فوتِ علت

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قصر کا حکم ایک خاص علت کی وجہ یعنی جنگ، خوف کے سبب سے ہوا تھا تو پھر دفع علت کے بعد کیوں قائم رہا، آپ کے سوال میں اسی پر زور دیا گیا ہے لیکن آج ہی اس کی نسبت شبہ پیدا نہیں ہوا بلکہ خود اسی عہد مقدس میں بھی یہ شبہ پیدا ہوا تھا اور اس کا جواب بھی دیا گیا۔ یعلیٰ بن امیہ نے یہی سوال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔

عَنْ یَعْلٰی بْنِ اُمَیَّۃَ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَقَدْ اَمِنَ النَّاسُ فَقَالَ: عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ فَسَأَلْتُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِکَ

قَالَ : صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهُ.

''یعلیٰ بن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا: قرآن میں تو یہ ہے کہ اگر تمہیں کافروں کی طرف سے خوف ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، اگر تم نماز کو قصر کر لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکم صرف بے امنی اور خوف کی وجہ سے ہے لیکن اب تو امن ہو گیا ہے اور وہ حالت باقی نہیں رہی.... اب کیوں قصر کیا جاتا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس طرح تمہیں آیت کی بناء پر تعجب ہوا ہے مجھے بھی ہوا تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ یہ خدا کا تم پر صدقہ ہے۔ اس کے بخشے ہوئے صدقے کو قبول کر لو۔''

خدا کی بخشش اور شریعت کی آسانی:

یہ حدیث میں نے صحیح مسلم سے نقل کی ہے۔ لیکن نسائی نے بھی اسے یعلیٰ بن امیہ کی راویت سے باختلاف رواۃ مابعد لیا ہے۔

اصل یہ ہے کہ شریعت کے تمام احکام میں آسانی اور سہولت ملحوظ رکھی گئی ہے ''اَلدِّیْنُ یُسْرٌ'' شریعت حقہ کی بڑی پہچان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کمزوری پر جب رحم فرماتا ہے تو پھر اسے واپس نہیں لیتا۔

سچے قانون کی پہچان:

اس حدیث کا مطلب یہی ہے گو حکم جنگ اور خوف کی بناء پر ہوا تھا۔ لیکن جب خدا نے آسانی عطا فرما دی تو یہ اس کی بخشش ہے اور خدا کی بخشش کو کون ہے جو رد کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔؟ يُرِيْدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (۲:۱۸۵) وَقَالَ اَيْضًا سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى : مَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (۲۲:۷۸) انسان کے لیے سچا قانون وہی ہو سکتا ہے۔ جو اس کے ضعف، اس کی مجبوریوں اور اس کی طبعی احتیاجات و داعیات کا پورا پورا لحاظ رکھے۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اختلاف

احتجاج غلط ہے:

نماز کے متعلق صحابہ کرامؓ کے اس عام اجماع سے صرف حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مختلف پائے جاتے ہیں اور بوجہ ناواقفیت و عدم نظر کے بزرگ موصوف نے اس سے احتجاج کیا ہے لیکن اس اختلاف کی حقیقت انہیں معلوم نہیں۔ اس اختلاف میں بھی پہلا اختلاف محض جزئی ہے۔

حضرت عثمانؓ کا تعامل:

حضرت عثمانؓ کو حالت سفر میں قصر سے اختلاف نہ تھا۔ مثل حضرت شیخین واجلّہ صحابہ کے وہ بھی قصر کیا کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں عامر بن عمر کا قول ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ پڑھی، حضرت عمرؓ کے ساتھ پڑھی۔ یہ سب قصر کیا کرتے تھے اور آخری وقت تک ان کا عمل اسی پر رہا۔ راویت میں حضرت عثمانؓ کی نسبت بھی اسی جزم و یقین کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ "فَلَمْ یَزِدْ عَلٰی رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی قَبَضَہُ اللہُ" یعنی میں نے حضرت عثمانؓ کی بھی صحبت پائی لیکن اُنہوں نے بھی سفر کی دو رکعتوں کو کبھی زیادہ نہیں کیا، یہاں تک کہ وفات پاگئے!

پس دیکھو، اس روایت سے کس طرح صاف صاف ثابت ہے کہ عام طور پر نماز قصر کے متعلق انہیں کوئی اختلاف نہ تھا۔ وہ اسی طرح قصر کرتے تھے جس طرح کہ حضرات شیخین (۴۰) رضی اللہ عنہما کرتے رہے اور نیز یہ کہ وہ آخر تک اسی پر قائم رہے۔

موقع اختلاف عثمانؓ:

البتہ اپنی خلافت کے دوسرے سال انہیں ایک جزئی اختلاف اس مسئلے میں پیدا ہوا اور وہ بھی قصر کے ایک خاص موقع اور سفر کی ایک مخصوص صورت کی نسبت۔ آنحضرت ﷺ کا

طرزِعمل، دیگر اجلّہ صحابہ کے سامنے یہ تھا کہ وہ منٰی میں کلی مثل دیگر مواقع سفر کے قصر پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنی خلافت کے ابتدائی عہد میں ایسا ہی کرتے تھے، مگر دوسرے سال اُنہوں نے اختلاف کیا اور منٰی میں پوری نماز پڑھی، صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن یزید وغیرہ سے مروی ہے:

صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِی بِمِنٰی رَکْعَتَیْنِ وَاَبِی بَکْرٍ وَعُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِّنْ اَمَارَتِہٖ ثُمَّ اَتَمَّھَا (۴۱)

''میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ منی میں دو رکعت (نماز پڑھی) پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ، اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی، ان کی خلافت کے ابتدائی عہد میں۔ اس کے بعد ان کی رائے بدل گئی اور وہ پوری پڑھنے لگے۔''

پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جو اختلاف ہے وہ عام مسئلہ قصر پر کچھ موثر نہیں صرف قصر صلوٰۃ المنٰی کی نسبت اُنہوں نے رائے بدل لی تھی اور اس کی ایک تاویل کرلی تھی جس کی تفصیل کتب شہیرہ فقہ وحدیث میں موجود ہے۔

اضطراب انگیز اختلاف عائشہ رضی اللہ عنہا:

البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اختلاف اس معاملے میں مضطرب اور عجیب ہے۔ ایک طرف تو خود ان کا قول اُوپر گزر چکا ہے کہ:

''فُرِضَتِ الصَّلٰوۃُ رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ وَ زِیْدَ فِی صَلٰوۃِ الْحَضَرِ''

''نماز اصل دو، دو رکعت ہی فرض ہوئی تھی پھر دو سفر میں قرار پا گئی اور حضر میں زیادہ یعنی چار رکعت ہوگئی''

دوسری طرف یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) قصر کی قائل نہ تھیں!

پہلی تاویل:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جن کا اجتہاد اور بصیرت وعلم تمام صحابہؓ میں امتیاز خاص رکھتا تھا،

سخت تعجب ہے کہ وہ اس صاف اور صریح مسئلہ میں بغیر کسی سبب قوی کے ایسا مضطرب عمل رکھیں! میں سمجھتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی مثل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صرف منٰی ہی کے قصر میں اختلاف ہوگا۔ عام طور پر نفس قصر سے اختلاف نہ فرماتی ہوں گی، اس کی تائید، مسلم کی مشہور حدیث سے ہوتی ہے۔ زہری سے حضرت عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ مشہور قول جب نقل کیا کہ "سفر میں دو رکعت نماز قرار پائی۔" تو زہری نے سوال کیا۔

فَقُلْتُ مَابَالُ عَائِشَةَ تَمَّ فِی السَّفَرِ؟ قَالَ اِنَّهَا تَأَوَّلَتْ کَمَا تَأَوَّلَ عُثْمَانَ(۴۲)

"زہری کہتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر عروہ سے کہا کہ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کو کیا ہو گیا کہ وہ سفر میں پوری پڑھتی تھیں؟ اُنہوں نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس کی تاویل کر لی تھی۔ جیسی کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔"

دوسری تاویل:

عروہ کے قول میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تاویل کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تاویل سے تشبیہ دی ہے۔ یہ تشبیہ نفس تاویل میں بھی ہو سکتی ہے کہ جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قصر الصلوٰۃ بمنٰی تاویل کی تھی ویسی ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نفس مسئلہ قصر میں بھی کی ہو اور اسی طرح مسئلہ قصر میں بھی ہو سکتی ہے کہ جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تاویل کر کے منٰی میں قصر ترک کر دیا تھا اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی منٰی کے قصر کی تاویل کر لی۔

رفع اختلاف:

اگر اس حدیث میں عروہ کے قول کا آخری مطلب سمجھا جائے تو نفس قصر کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اختلاف باقی نہیں رہتا اس صورت میں ایک اور حدیث سامنے آئے گی جو امام شافعیؒ نے روایت کی ہے:

"کُلُ ذٰلِکَ قَدْ فَعَلَ النَّبِیُّ قَصَرَ الصَّلٰوۃَ وَاَتَمَّ"

"نبی ﷺ نے یہ سب کچھ کیا کہ قصر نماز بھی پڑھی اور پوری نماز بھی، لیکن اس حدیث کی صحت بالکل مشتبہ ہے، اسکی روایت یوں ہے شافعیؒ عن ابراہیم بن محمد اور

عن طلحہ بن عمرو عن عطاء لیکن ابراہیم بن محمد اور طلحہ بن عمر باتفاق محدثین ضعیف الروایت ہیں اور ان دونوں کا ایک روایت میں جمع ہو جانا اس کی تضعیف کے لیے کافی سے بھی زیادہ ہے۔ جیسا کہ اربابِ فن پر مخفی نہیں۔"

عدم قبول وجہ اختلاف:

بہرحال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اختلاف اگر صریح و عمومی صورت میں متحقق بھی ہو جائے، جب بھی اجلّہ صحابہ اور احادیث معروفہ و مشہورہ نبویہ کے مقابلے میں صرف ان کا اختلاف کیونکر مقبول ہو سکتا ہے؟ علی الخصوص جبکہ خود ان کا قول موجود ہے کہ سفر کی حالت میں دو رکعت قرار دی گئی اور خود ان کے بھانجے (یعنی عروہ) نے جو اس بارے میں اعلم الناس ہیں، صاف صاف کہہ دیا کہ وہ کسی تاویل کی بناء پر ایسا کرتی تھیں، نہ کہ کسی سنت کی بناء پر؟ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی دلیل سنت موجود ہوتی تو عروہ اس سے کیونکر بے خبر رہتے؟ فتامل و تدبر

فضیلت نمازِ قصر

امام شافعیؒ کا قول:

اس بارے میں اختلاف ہے کہ حالت سفر میں قصر کرنا کس حکم میں داخل کیا جائے اور اگر پوری چار رکعت کوئی پڑھ لے تو اس کا حکم کیا ہے؟ آیا وہ حرام ہوگا، مکروہ ہوگا، یا یہ کہ یہ اس کا ترک اولیٰ ہے؟ امام شافعیؒ کا مذہب اُن کے ایک قول کے بموجب یہ ہے کہ قصر جائز ہے مگر اتمام (پوری نماز پڑھنا) افضل۔ لیکن اس سے زیادہ معتبر و مسلم قول ان کا وہ ہے جس میں قصر کو افضل بتلایا گیا ہے۔

قصر کا وجوب:

امام مالک سے بھی دو مختلف قول منقول ہیں۔ ایک میں قصر و اتمام دونوں کو یکساں بتلایا گیا ہے۔ ایک میں قصر کے وجوب کے قائل ہیں۔ امام سخون کی روایت وجوب ہی کی تائید کرتی ہے۔ امام احمد بھی ایک قول میں قصر کو افضل اور دوسرے میں اتمام کو مکروہ بتلاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ قصر کے وجوب کے قائل ہیں۔

یعلیٰ بن امیہ کی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے مثل امر کے فرمایا ہے کہ قبول کرلو۔ اس اس لیے احناف کہتے ہیں کہ وجوب ثابت ہوگیا۔

اصح اور اوسط مسلک:

لیکن "فَاقْبَلُوْا" کو اس طرح کا امرِ نصی قرار دینا، جس کو وجوب کے لیے مستلزم قرار دیا گیا ہے، ضروری اور قطعی نہیں، سب سے زیادہ اصح اور اوسط مسلک یہی ہے کہ قصر سنت ہے اور اتمام مکروہ۔ ائمہ مذاہب کے مختلف اقوال میں سے ایک ایک قول سب کا باتفاق اسی کی تائید کرتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ باوجود وجوب کے فرماتے ہیں کہ قصر کی نیت واجب نہیں۔ اگر نیت واجب نہیں تو وجوب قطعی نہ ہوا۔

نتیجہ بحث:

الحاصل، آج کل کے سفر میں بھی قطعاً نمازِ قصر کا حکم باقی و قائم ہے اور حالتِ خوف اور شدائد کا نہ ہونا اس پر کچھ مؤثر نہیں ہوسکتا۔ آنحضرت ﷺ سے اونٹ کی پیٹھ پر جب نماز ثابت ہے تو ریل کے اندر کیوں جائز نہ ہوگی۔؟

حضرت مولانا نے یہ خطبہ جمعہ کے دن مقام کلکتہ میں مورخہ ۲۰ ذی قعدہ سنہ ۱۳۵۳ھ کو ارشاد فرمایا۔

روح نماز اور اس کا فقدان

مسلمانوں کی محرومی کی اصلی وجہ

ذریعہ حصول دین و دنیا:

...... نماز کو درست کرنا اور ٹھیک طریقہ پر ادا کرنا اوّلین رکن دین ہے اور اگر صرف اپنی نمازیں درست و استوار کر لی جائیں تو میں...... اعلان کرتا ہوں کہ دین کی ساری سربلندی حاصل ہو سکتی ہیں۔

پاداش عمل کی سرد مہری:

مگر افسوس کہ مسلمانوں کی غفلت و جمود نے جہاں ان کی بداعمالیوں کی پاداش میں ان سے ہر قسم کی سربلندیاں اور سرفرازیاں چھین لی ہیں وہاں ان کے دلوں کی انگیٹھیاں بھی اس درجہ سرد ہو گئی ہیں کہ ان میں اب کوئی چنگاری اور کوئی گرمی باقی نہیں رہی۔ دل کا سوز و گداز، اللہ کے حضور جھکنے کا جذبہ، سچی اِنابت، سچا عجز، غرضیکہ سب کچھ سرد پڑ چکا ہے۔

بے لذت نماز کی بے اثری:

کون ہے، جو نماز کی صحیح لذت اپنی نمازوں میں پاتا ہے؟ اور جب نماز کی لذت ہی نماز سے علیحدہ کر لی گئی تو پھر وہ ایک جسم ہے جس میں جان نہیں، ایک پھول ہے جس میں خوشبو نہیں، ایک ڈھانچہ اور ہیولی ہے جس میں روح نہیں۔ ایسی نماز بے کار، صرف قواعد ہوئی اور ٹکر مارنا یعنی بے نتیجہ بے فائدہ بے اثر۔

برکاتِ قرآنی کا فقدان:

اگر مسلمان صحیح طور پر نماز ادا کرتے ہیں اگر ان کی نمازیں، نماز میں شمار ہوتی ہیں تو پھر بتاؤ کہ نماز کے وہ قرآنی برکات جن کا اللہ نے نمازی سے وعدہ کیا ہے، کہاں ہیں؟ یقیناً اللہ کا قانون اٹل، اس کا وعدہ سچا:

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلاً (۶۲:۳۳) وَلَنْ يُّخْلِفَ اللهُ وَعْدَهٗ (۴۷:۲۲)

''دستورِ الٰہی میں کبھی تغیر و تبدل ہونے والا نہیں۔ خدا کے وعدہ میں خلاف ورزی ہرگز نہ ہوگی۔''

فقدان کا اصلی سبب:

اصل یہ ہے کہ دلوں کے چولہے سرد ہو گئے ہیں، ان میں کوئی گرمی اب باقی نہیں رہی۔ کوئی چنگاری موجود نہ رہی ورنہ اگر ہماری نمازوں میں سوز و گداز، عجز و الحاح ہوتا، تو دنیا اور دنیا کے ساتھ دین کی کامرانیاں ہماری ہوتیں۔

محرومی کے لیے نسخہ شفاء

ابتدائے اسلام اور داعی اسلام کی غربت:

میں بتاؤں کہ کیوں صرف نماز ہی کی استواری و درستگی سے ہمارا دین اور ہماری دنیا بدل سکتی ہے؟ سنو! تم قرآن کی تمام مکی سورتوں کو پڑھ جاؤ۔ یعنی جن کا زمانہ نزول زمانہ قیام مکہ تھا اور رسول ﷺ اپنے وطن ہی میں تشریف فرماتے تھے اور یہی وہ زمانہ تھا جب دعوت و تبلیغِ حق کی پکار مکہ کے کوہساروں سے شروع میں ٹکرائی تھی۔ بالکل ابتدائے عالم اسلام بھی اس وقت اسلام و داعی اسلام کی غربت و بیچارگی، بے یاری و بے مددگاری، اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی۔

مسلمانوں کے خون کے پیاسے:

معدودے چند مسلمان تھے جو ہر طرف ہر طرح سے اعدائے اسلام کے نرغے میں محصور تھے۔ پورا مکہ اور نہ صرف مکہ بلکہ پورا جزیرۃ العرب ان کے خون کا پیاسا اور جان کا دشمن تھا، یار تھا نہ کوئی مددگار۔ جس طرف نظر اُٹھتی تھی، مایوسی سے ٹکرا کر واپس آتی تھی۔ جس طرف امان و احسان کی تلاش میں نکلتے تھے، مایوسی و حرمانی کے ساتھ واپس آ جاتے تھے۔

حکیم مطلق کا واحد علاج:

ایسے عالم کس مپرسی و بیچارگی میں، بتاؤ کہ اس وقت ان تمام درد و مصائب کا علاج و نسخۂ شفاء جو حکیمِ مطلق نے تجویز کیا تھا، کیا تھا؟ وہ صرف ایک ہی تھا۔ یعنی:

"اَقِمِ الصَّلٰوۃ، اَقِمِ الصَّلٰوۃ" نماز قائم کرو۔ نماز قائم کرو۔

حالانکہ اللہ کی اس کشادہ زمین پر ان کو یہ بھی حق نہ تھا کہ کھلے طور پر نماز ہی کے لیے جگہ ملتی مگر دانائے حال نے بجز اس کے اور کوئی دوسرا نسخہ تجویز نہیں کیا۔

یہ اس لیے کہ نماز ہی تمہارے لیے تمام دکھوں کا علاج، ہر درد کی دوا اور ہر زخم کا مرہم ہے۔

رجوع الی القرآن

ہر کرب والم کے لیے داروئے تسکین:

وسیع و کشادہ زمین عرب میں سب کے لیے جگہ تھی۔ سب کو چلنے پھرنے کا بلا قید و شرط حق تھا۔ مگر تنگ تھی وہ زمین، تو اِن چند ہی پرستارانِ حق و توحید کے لیے۔ وہ کون سی جسمانی و روحانی تکلیف و ایذا تھی جو ان کو نہ دی گئی، یا ان کے لیے نہ تجویز کی گئی؟ بالآخر جب شدت تکالیف و ایذا رسانی حد سے بڑھ گئی اور انسان کے لیے ناقابل برداشت ہوگئی حتی کہ وہ وجودِ اقدس و گرامی بادشاہ "رحمۃ للعالمین" ہجرت پر مجبور ہوا، اور وطن سے بے وطنی پر لاچار۔ اس وقت کے کرب والم، درد و غم کے لیے بھی جو داروئے تسکین و مرہم زخم آتا ہے۔ وہ یہی کہ:

اَقِمِ الصَّلٰوۃ نماز قائم کرو، نماز قائم کرو۔

کامیابی کی راہ:

سورہ قٓ کی آخری آیات پڑھو، تم کو واضح ہو جائے کہ اس بیچارگی، غربت اور درد و مسکنت کا جو علاج سوچا گیا، کامیابی کی جو راہ سوچی گئی تھی وہ بجز اس کے اور کچھ نہ تھی کہ:

اَقِمِ الصَّلٰوۃ نماز قائم کرو، نماز قائم کرو۔

قرآن کے رکھنے کی جگہ:

مگر کاش! کبھی تم قرآن پڑھتے بھی۔ تم نے قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے کی چیز ہی نہیں سمجھا۔ اس کو ریشمی غلافوں اور جزدانوں میں لپیٹ کر طاق میں رکھنے کی چیز سمجھ لیا ہے، جو کبھی وقتِ ضرورت کام میں لائی جاتی ہے۔

بلاشبہ قرآن رکھنے کی چیز ہے، مگر غلافوں میں نہیں دل میں، جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

سچی نماز کی برکت:

(غور کرو) کس طرح پھر انہی معدودے چند مسلمانوں نے نماز، سچی نماز اور صرف سچی نماز کی برکت سے جماعت کی شکل اختیار کی اور کس طرح اس ربانی جماعت نے دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔

معاشرتی زندگی:

اگر تم معاشرتی زندگی کی اخلاقی ذمہ داریوں سے عہدہ براء ہونا چاہتے ہو تو چاہیے کہ خدا کے ذکر و عبادت سے اپنی قوت مضبوط کرتے رہو۔ جو جماعت نماز کی حقیقت سے محروم ہو گئی یعنی عبادت کے خشوع و خضوع کا اس میں ذوق نہ ہوگا، وہ کبھی عملی زندگی کی اخلاقی مشکلات پر قابو نہیں پا سکتی۔

سلف صالحین

انقلاب آمیز نمازیں:

ایک وہ انقلاب انگیز نمازیں تھیں، ایک تمہاری نمازیں ہیں، جو رسمًا یا دکھاوے کے لیے ادا کی جاتی ہیں۔ ان نمازوں کا ہونا، نہ ہونا برابر، ان کا کرنا نہ کرنا ایک۔ بتاؤ! تمہاری نمازوں میں کوئی لذت ہے جس سے تمہارے دلوں میں سرور اور تازگی پیدا ہوتی ہو؟ تمہارے دلوں میں کوئی سوز و گداز ہے؟ دلوں کے چولہے میں کوئی چنگاری باقی ہے جو تمہاری آنکھوں سے ہنگام نماز ایک قطرہ اشک نکالا کرتی؟ بتاؤ ایسی نمازوں میں کشش و محبت الٰہی کا کوئی اثر محسوس کرتے ہو؟

اگر نہیں، تو پھر تمہاری نماز بے کار، تمہارے سجدے باطل، تمہاری عبادت اکارت، سچی نماز تو وہ نماز ہے جس سے دل میں سوز و گداز، رکوع میں خشوع و خضوع اور سجود میں کیف و لذت حاصل ہو اور تقرب و معراج الی المحبوب۔

سچی نماز کی شہادتِ قرآنی:

جن کی نمازیں سچی نمازیں تھیں، جنہوں نے اپنی نمازوں میں لذت و چاشنی پائی تھی، جن کے زبان و لب اس جامِ شیریں کی لذت سے شاد کام تھے، قرآن ان کو ان الفاظ کے ساتھ یاد کرتا ہے۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (۱۶:۳۲)

"ان کے پہلو، خواب گاہوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔"

ان تمام کی پسلیاں نرم و نازک بستروں پر سکون و قرار نہیں پاتیں، راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اپنے اللہ کے حضور نمازیں قائم کرتے ہیں۔ اس کی رضا کی آرزوئیں، اس کے وصل کی التجائیں، ان کی پیشانیاں مصروفِ سجدہ، ان کی زبانیں تسبیح کناں، ان کے قلوب محو لذائذ نماز ہوتے ہیں۔

کاش! تمہیں بھی ایسی نمازوں کی چاٹ پڑتی اور تم سمجھتے کہ نماز واقعی کیا چیز ہے۔؟

ھٰذا وَاَحْسَنَ الْکَلَامِ کَلَامُ اللّٰہِ الْمَلِکُ الْمَنَّانُ ۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ہ
الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِہِمْ خَاشِعُوْنَ ہ (۲۳:۱-۲)

۱۷ ذی قعدہ سنہ ۔ ۱۳۵۳ھ ۲/۳۵، ۱۵۔ ۱۹۳۵

حواشی

۳۵) ابوداؤد جلد اوّل ص۔ ۳۴۹ کتاب الجہاد
۳۶) حبیب انصاری کا واقعۂ شہادت
۳۷) حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ہیں۔ ’ناشر‘
۳۸) (صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین صفحہ ۔ ۲۵۷)
۳۹) (بخاری جلد ثانی باب ماجاء فی القصر)
۴۰) (کتاب صلوٰۃ المسافر وقصرھا)
۴۱) (بخاری ۔ ماجاء فی التقصیر)
۴۲) (کتاب صلوٰۃ المسافرین)

تفہیم و تسلیم دین کے لیے پڑھیے

مولانا ابوالکلام آزاد کی چند معرکۃ الآراء تصانیف

- ☆ قرآن کا قانون عروج و زوال
- ☆ ولادت نبوی ﷺ
- ☆ رسول کرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے آخری لمحات
- ☆ مسلمان عورت
- ☆ مقام دعوت
- ☆ انسانیت موت کے دروازے پر
- ☆ مسئلہ خلافت
- ☆ آزادی ہند
- ☆ فسانہ ہجر و وصال

ھ

الٰ

۷

تفہیم و تذکیرِ دین کے لیے پڑھیے

مولانا ابوالکلام آزاد کی چند معرکۃ الآراء تصانیف

امّ الکتاب

تفسیر سورہ فاتحہ

ابوالکلام آزاد کا ادبی شاہکار

غبارِ خاطر

خطوط کا مجموعہ

(رانچی جیل سے اپنے دوست کے نام لکھے گئے)

مکتبہ جمال
تیسری منزل، حسن مارکیٹ،
اردو بازار، لاہور۔ فون: 7232731

۳۵) ا
۳۶)
۳۷)
۳۸) ا
۳۹)
۴۰)
۴۱)
۴۲)

ہماری دیگر کتب

کتاب	مصنف	قیمت
اُم الکتاب	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	150روپے
غبار خاطر	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	200روپے
تذکرہ	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	200روپے
قرآن کا قانون عروج وزوال	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	90روپے
قول فیصل	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	90روپے
اسلام میں آزادی کا تصور	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	زیر طبع
ارکان اسلام	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	زیر طبع
مسلمان عورت	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	90روپے
حقیقت صلوٰۃ	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	60روپے
ولادت نبویؐ	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	60روپے
مسئلہ خلافت	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	100 روپے
صدائے حق	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	60روپے
انسانیت موت کے دروازے پر	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	70روپے
رسول اکرم اور خلفائے راشدین کے آخری لمحات	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	60روپے
آزادی ہند	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	250روپے
افسانہ ہجر ووصال	مولانا ابُوالکلام آزادؔ	40روپے
مولانا ابوالکلام آزاد نے پاکستان کے بارے میں کیا کہا	مرتبہ ڈاکٹر احمد حسین کمال	60روپے
فیضان آزاد	مرتبہ جاوید اختر بھٹی	80روپے

مکتبہ جمال
تیسری منزل
حسن مارکیٹ، اُردو بازار
لاہور